﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَآءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

# الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلی نصیر أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ ۲۵ مارچ ۱۹۹۴ء ○ ۱۲ شوال ۱۴۱۴ھ | شمارہ ۱۲

## القرآن الحکیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(التوبہ: ۱۱۹)

# ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾

اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علوم حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ یعنی خدا اور اس کی صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑے تھے۔ تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول امی بھیجا۔ اور اس رسول نے ان کے نفسوں کو پاک کیا اور علم الکتاب اور حکمت سے ان کو مملو کیا۔ یعنی نشانوں اور معجزات سے مرتبہ یقین کامل تک پہنچایا۔ اور خداشناسی کے نور سے ان کے دلوں کو روشن کیا۔ اور پھر فرمایا کہ ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔ وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہونگے تب خدا ان کو بھی صحابہؓ کے رنگ میں لائے گا یعنی جو کچھ صحابہؓ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا صدق اور یقین بھی صحابہؓ کے صدق اور یقین کی مانند ہو جائے گا......

......اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنےوالے صرف دو ہی گروہ ہیں اول صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے سخت تاریکی میں مبتلا تھے اور پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے زمانہ نبوی پایا اور معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پیش گوئیوں کا مشاہدہ کیا اور یقین نے ان میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی کہ گویا صرف ایک روح رہ گئے دوسرا گروہ جو بموجب آیت موصوفہ بالا صحابہؓ کی مانند ہیں مسیح موعود کا گروہ ہے۔ کیونکہ یہ گروہ بھی صحابہ کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھنے والا ہے اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا۔ اور آیت اٰخرین منہم میں جو اس گروہ کو منہم کی دولت سے یعنی صحابہؓ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصہ دیا گیا ہے یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور پیش گوئیاں مشاہدہ کیں ایسا ہی وہ بھی مشاہدہ کریں گے اور درمیانی زمانہ کو اس نعمت سے کامل طور پر حصہ نہیں ہو گا۔

چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوا کہ تیرہ سو برس بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دروازہ کھل گیا۔ اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ خسوف کسوف رمضان میں موافق حدیث دارقطنی اور فتاویٰ ابن حجر کے ظہور میں آگیا۔ یعنی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہوا۔ اور جیسا کہ مضمون حدیث تھا۔ اسی طرح پر چاند گرہن اپنے گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج گرہن اپنے گرہن کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں وقوع میں آیا۔ ایسے وقت میں کہ جب مہدی ہونے کا مدعی موجود تھا۔ اور یہ صورت جب سے کہ زمین اور آسمان پیدا ہوا کبھی وقوع میں نہیں آئی۔ کیونکہ اب تک کوئی شخص نظیر اس کی صفحہ تاریخ میں ثابت نہیں کر سکا۔ سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر ذوالسنین ستارہ بھی جس کا نکلنا مہدی اور مسیح موعود کے وقت میں بیان کیا گیا تھا ہزاروں انسانوں نے نکلتا ہوا دیکھ لیا۔ ایسا ہی جاوا کی آگ بھی لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کی ایسا ہی طاعون کا پھیلنا اور حج سے روکے جانا بھی سب نے بچشم خود ملاحظہ کر لیا۔ ملک میں ریل کا تیار ہونا اونٹوں کا بے کار ہونا یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے جو اس زمانہ میں اس طرح دیکھے گئے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معجزات کو دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے اس آخری گروہ کو منہم کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہؓ کے رنگ میں ہی ہیں۔

سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوت کا اور کس نے پایا۔ اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ بہتیرے ان میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ ان میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن ان کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو اٰخرین منہم کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں۔ اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا!!!

(ایام الصلح - روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۷)

## اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں تقریب عید الفطر

یکم شوال ۱۴۱۴ ہجری قمری، ۱۴ مارچ ۱۹۹۴ء کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں عید الفطر کی تقریب بڑے اہتمام سے منعقد ہوئی باوجود اس کے کہ یہ سوموار کا دن تھا لیکن سب احباب نے بطور خاص اپنے کاموں سے رخصت حاصل کی اور اسلام آباد کے سبزہ زار میں مومنین کا اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی کسی عید پہ اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا گیا۔ پانچ ہزار مرد و زن اور بچوں نے اس تقریب میں شمولیت کی۔ دو سو سے زائد بوسنین بھائیوں اور بہنوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ سوا دس بجے تقریب کا آغاز ہوا۔ مسنون طریق پر دو رکعت نماز عید پڑھانے کے بعد حضور انور نے عید الفطر کی مناسبت سے ایک پر مغز اور ایمان افروز خطبہ بیان فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے اس عید کا فلسفہ بیان فرمایا اور دونوں عیدوں کا فرق واضح کرنے کے بعد تلقین کی کہ عید الفطر کی روحانی برکات کو سارا سال اپنی زندگیوں میں جاری و ساری رکھیں۔ ان پابندیوں کے سلسلہ میں جو پاکستان میں احمدیوں پر عائد کی گئیں حضور انور نے خطبہ عید کے آخر میں اہل پاکستان کو بہت ہی پر درد انتباہ فرمایا۔ خدا کرے کہ یہ حرف انتباہ انہیں ظلم کی راہ سے باز رکھے ورنہ یوں لگتا ہے کہ ان ظالموں کے ہاتھوں اس ملک کی تباہی نوشتہ تقدیر بن چکی ہے۔

خطبہ عید کے آخر میں حضور انور نے سارے عالم اسلام کو اور بالخصوص ساری دنیا کے احمدیوں کو محبت و پیار سے دلی عید مبارک پیش فرمائی اور سارے ماحول کو خوشیوں اور مسرتوں سے معطر فرما دیا۔ حضور نے دنیا کی مختلف معروف زبانوں میں عید مبارک کے الفاظ دہرائے اور آخر میں اجتماعی دعا کروائی۔ دعا کے بعد سب سے پہلے حضور انور نے بوسنین بھائیوں اور بہنوں سے ملاقات کی اور انہیں مبارک باد دی۔ بعد ازاں انگریز اور افریقن احمدیوں سے عید ملے اور خواتین کے وسیع شامیانہ میں تشریف لے گئے اور سب کو سلام اور عید مبارک کا تحفہ پیش کیا۔ آخر میں حضور مردانہ شامیانہ میں واپس تشریف لائے اور سب احباب سے عید کی ملاقات کی۔ ایک ایک مرد سے مصافحہ فرمایا اور ہر بچہ کو نہایت شفقت سے پیار کیا۔ اس طرح ایک ایک فرد جماعت کو ملاقات سے شاد کام کیا اور ان کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا۔ نماز ظہر و عصر کے بعد احباب نے اسلام آباد میں انفرادی پکنک منائی۔ بعد دوپہر اسلام آباد میں ہی مکرم عبید اللہ صاحب علیم کے ساتھ ایک شعری نشست منعقد ہوئی جس میں انہوں نے اپنا بلند پایہ کلام اپنے مخصوص انداز میں سنایا اور خوب داد پائی۔ حضور انور بھی ازراہ شفقت اس مجلس میں تشریف لائے اور قریبا دو گھنٹے رونق افروز ہوئے اور بہت محظوظ ہوئے۔ اس طرح عید کا یہ دن رنگا رنگ کی خوشیوں کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔

اداریہ

# اسلام کا پرچم

موتہ کے میدان میں تین ہزار مردان حق دولاکھ کفار کے مقابل صف آراء تھے۔ ایک طرف معمولی اقلیت اور دوسری طرف بھاری اکثریت۔ ایک چھوٹی سی جماعت کو اپنے سے کئی گنا بڑی جماعت کے ساتھ مقابلہ درپیش تھا۔ دشمن خیال کرتا تھا کہ آج ہم اس چھوٹی سے اقلیت کو پیروں تلے روند ڈالیں گے۔ لیکن شاید انہیں معلوم نہ تھا کہ اس سے پہلے کتنی ہی ایسی چھوٹی چھوٹی جماعتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت سی بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔ اور یہ اقلیت بھی غالب آنے والی تھی۔ کیونکہ اسے ایک قادر و مقتدر اور غالب خدا کی نصرت و تائید حاصل تھی۔ اس غزوہ میں لشکر اسلام کی قیادت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر لشکر مقرر فرمایا تھا اور اپنے دست مبارک سے ایک سفید پرچم ان کے ہاتھوں میں دیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو مدینہ سے روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب امیر لشکر ہونگے اور اگر وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوں تو عبداللہ بن رواحہؓ لشکر کی کمان کریں اور اگر یہ بھی شہادت نوش کر جائیں تو مسلمان اپنے میں سے ایک امیر منتخب کرلیں۔

الغرض جنگ کا آغاز ہوا۔ تین ہزار جانثاران اسلام کفر کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور خوب داد شجاعت دی۔ وہ جانتے تھے کہ آج جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔ حضرت زید نیزوں کے وار سے شہید ہوئے لیکن قبل اس کے کہ جھنڈا زمین پر گرتا حضرت جعفر بن ابی طالب نے علم اسلام اپنے ہاتھوں میں لیا، لشکر کی کمان سنبھالی اور نہایت بے جگری سے لڑے۔ کسی نے آپ پر تلوار کا ایک زبردست وار کر کے دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا۔ آپ نے فوراً جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں لیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔ اس نے بائیں طرف سے حملہ کر کے بایاں ہاتھ بھی اڑا ڈالا تو اسلام کے اس عظیم جرنیل نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ جھنڈے کو تھاما اور اپنے سینہ سے لگا کر اسے سربلند رکھا۔ یہانتک کہ کسی ظالم نے ایسا بھرپور وار کیا کہ جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تب حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے آگے بڑھ کر پرچم اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے زمین پر گرنے نہ دیا۔ یوں ایک کے بعد دوسرا اس پرچم کو سنبھالتا رہا، اسے سربلند رکھا اور اپنی جانیں قربان کر کے اس کی عزت و عظمت کی حفاظت کی۔

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے عظمت و شوکت اسلام کا پرچم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند حضرت مسیح موعود اور مہدی موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ہاتھ میں دیا ہے۔ آج اس جماعت کے قیام پر خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۰۵ سال کا عرصہ پورا ہو رہا ہے۔ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا وہ بیج آج ایک ایسے پاک اور سرسبز و شاداب تناور درخت میں تبدیل ہو چکا ہے جس کی جڑیں نہایت مضبوط ہیں اور شاخیں بہت بلند اور جو اپنے رب کے حکم سے ہر آن تازہ بتازہ شیریں پھلوں سے سدا لدا رہتا ہے۔

تاریخ احمدیت کا ہر دن اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور محض اس کی نصرت و تائید سے اس جماعت نے اپنے مقدس امام کی قیادت میں کفر و دہریت کے مقابل پر ہر میدان میں ہمیشہ اس جھنڈے کو سربلند رکھا ہے اور ایک کے بعد دوسری نسل اس جھنڈے کی حفاظت کرتی چلی آرہی ہے۔ اور اس بات سے بالکل بے نیاز ہے کہ اس راہ میں انہیں ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، انکی جائیدادیں لوٹی جاتی ہیں، ان کے گھر جلائے جاتے ہیں، قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلاء کیا جاتا ہے یا ان کے جسموں کے ٹکڑے اڑائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں۔ اور اس یقین پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کہ "سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ وہ پہلے چڑھ چکا ہے۔" اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ "ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جبتک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔"

آیئے اس موقعہ پر ہم اپنے اس عہد کی تجدید کریں کہ ہم ہمیشہ "دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز تر" سمجھیں گے اور زندگی کے ہر میدان میں، کفر و اسلام کے ہر معرکہ میں اسلام کا پرچم بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں گے اور اسے کبھی نیچا نہیں ہونے دیں گے۔ انشاء اللہ۔

## احادیث النبی ﷺ

— عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ قَالَ: فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ۔ قَالَ اَبُوْذَرٍّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ۔

(مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیۃ)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ انکی طرف نظر (رحمت) کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔ حضورؐ نے یہ کلمات تین دفعہ دہرائے اس پر حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا۔ تو یہ لوگ سخت ناکام اور گھاٹے میں ہوں گے۔ یارسول اللہ یہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ جو تکبر سے کپڑے زمین پر گھسیٹتا ہے اور احسان جتاتا ہے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنا سامان فروخت کرتا ہے۔

— عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فیمن یھجر أخاہ المسلم وبخاری کتاب الاستیذان باب السلام للمعرفۃ وغیر المعرفۃ)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے کہ جب ایک دوسرے سے سامنا ہو تو یہ اس سے اعراض کرے اور وہ اس سے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

— عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ؛ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْقَالَ الْعُشْبَ۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد و ابن ماجہ ابواب الزھد باب الحسد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے یا (راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ) گھاس کو کھا جاتی ہے۔


Fozman Foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE

# چمنستان احمدیت پر آئی ہوئی ایک نئی آفاق گیر بہار

(مکرم مسعود احمد خان صاحب دھلوی)

اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں جماعت احمدیہ کے عالمگیر چمنستان کو خود اپنے دست قدرت سے لگایا ہے اور اس کے لئے مقدر کیا ہے کہ اس پر ہمیشہ نئی سے نئی بہار آتی چلی جائے تاکہ روحانیت کا یہ چمنستان سدا پھولتا پھلتا اور وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے یہاں تک کہ یہ پورے کرہ ارض پر محیط ہوجائے۔ چنانچہ اس تقدیر الٰہی کے مطابق آجکل اس چمنستان سدا بہار پر بالکل ایک نئے انداز کی آفاق گیر بہار آئی ہوئی ہے۔ یہ نئی بہار اقصائے عالم کی آخری حدوں اور کناروں تک پھیلے ہوئے لاکھوں لاکھ احمدیوں کے لئے فردوس گوش اور جنت نگاہ کا درجہ رکھنے والے بے شمار نت نئے مناظر پیش کرنے اور مسلسل پیش کرتے چلے جانے کا موجب بنی ہوئی ہے۔ اس طرح بحمداللہ تعالیٰ نئے نئے رنگ اور نئے نئے انداز میں ان کی روحانی سیری و سیرابی اور تازگی و شادابی کا ایک نیا سلسلہ چل نکلا ہے۔ ان کی دیرینہ خواہشیں پوری کرنے والی، اللہ تعالیٰ کی اس عطائے بے بہا پر وہ حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہوکر فرط مسرت سے جھوم رہے ہیں۔

چمنستان احمدیت پر آئی ہوئی وہ آفاق گیر نئی بہار "مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ" کے قیام کے بعد اس کی روزانہ بارہ گھنٹے تک جاری رہنے والی دینی و روحانی اور تعلیمی و تربیتی نشریات کی شکل میں منصہ شہود پر آئی ہے۔ اپنے علیحدہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن نظام کے قیام کی خواہشیں اور تمنائیں احمدی احباب کے دلوں میں نہ جانے کب سے مچلتی اور دعاؤں میں ڈھلتی چلی آرہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خلافت رابعہ کے نئے بابرکت دور میں ان کی دعاؤں کو قبول کرکے ان کے دلوں کو ایک نئی شان کے ساتھ اس یقین محکم سے پر کر دکھایا کہ ان کے قادر و عزیز اور سمیع و مجیب خدا کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ جس بات یا امر کو دنیا والے ناممکن قرار دے رہے ہوتے ہیں اسے وہ اپنی قدرت نمائی سے اپنے پیاروں کی خاطر ممکن کر دکھاتا ہے۔ اقصائے عالم کے احمدیوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ برحق کی زیارت اور ملاقاتوں کے بابرکت مواقع بار بار اور بکثرت میسر آنے کے لئے تڑپا کرتی تھیں۔ آخر اس نئے مبارک دور میں اللہ تعالیٰ نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے قیام اور روزانہ بارہ گھنٹے نشریات کے اجراء کے ذریعہ ان بے چین روحوں کی تسکین کا مستقل انتظام فرمادیا ہے۔ اب اطراف و جوانب عالم میں بود و باش رکھنے والے اقوام عالم کے جملہ احمدی احباب اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت ہی سے نہیں بلکہ ساتھ کے ساتھ حضور کی طرف سے پیش کئے جانے والے روحانی خوان یغماء سے بھی ہر روز ہی بہرہ اندوز و فائزالمرام ہوتے ہیں۔ اب تو انہیں ہزاروں ہزار میل دور ہونے کے باوجود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی قربت اور تریاقی صحبت سے فیضیاب ہونے کے مواقع اس کثرت سے ملنے شروع ہوگئے ہیں کہ بعد مسافت اور کمی مقدرت کی سب رکاوٹیں دور ہوکر رہ گئی ہیں اور عرفان کی پیہم برسنے والی بارش سے مستفیض ہوکر سدا سرشار و مسرور رہنا ان کے لئے ممکن ہوگیا ہے۔

پھر جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہم سب جملہ افراد کے لئے یہ امر بھی ازحد ازدیاد ایمان کا موجب ہے کہ احمدیہ ٹیلی ویژن کے آفاق گیر نظام کے ذریعہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی پہلے سے دی ہوئی ایک اور بشارت کو من و عن پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس طرح ہم ایک بہت بڑی سعادت سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آج سے قریباً ایک صدی قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک عظیم الشان بشارت دی تھی جو بحمداللہ تعالیٰ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی نشریات کے ذریعہ حضور علیہ السلام کے جانشین اور خلیفہ ہونے کی حیثیت میں سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات والا صفات میں پوری ہوئی ہے اور ہم سب بفضل ایزدی اس کے پورا ہونے کے عینی شاہد ہیں۔ اس بشارت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ وہ آپؑ کے نام اور کلام کو بلند کرکے آسمان و زمین میں اس کی خوب چمک دکھائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ۲۷ اگست ۱۸۹۹ء کے روز آپ کو بذریعہ الہام مخاطب کرکے یہ خبر دی:

"خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے اور تیرے نام کی خوب چمک آفاق میں دکھاوے" (الحکم مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء ص۵ کالم ۳)

اس الہام الٰہی کے مفہوم اور مطالب کو سمجھنے کے لئے "آفاق" کے لفظ کے علاوہ "نام بڑھاوے" اور "خوب چمک دکھاوے" کے جملوں کی تشریح ضروری ہے۔ جب تک ازروئے لغت ان تینوں کے معانی پر غور نہ کیا جائے۔ الہام کے مفہوم سے پورے طور پر آگاہ ہونا ممکن نہیں۔ سو ہم پہلے ان کے لغوی معانی اور ان سے مستنبط ہونے والے معنوی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں:

(ا) "آفاق" کا لفظ جمع ہے افق کی۔ اور افق کہتے ہیں کھلے میدان میں دور نظر آنے والی اس جگہ کو جہاں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے ہیں اور دونوں کے ملنے سے وہاں قوس نما ایک لکیر سی بنی ہوئی ہے۔ سو آفاق سے مراد کرہ ارض کے گرداگرد وہ پورا دائرہ ہے جہاں ہر سمت میں آسمان و زمین باہم ملے ہوئے دکھائی دیں۔ اس لحاظ سے یہ لفظ جملہ اطراف میں آسمان اور زمین کے اتصال پر دلالت کرتا ہے۔

(ب) اب ہم آتے ہیں "نام بڑھانے" کے جملے کی طرف۔ لغات میں لفظ "بڑھانا" کے متعدد معانی درج ہیں۔ ان میں سے ایک معنی ہے "پھیلانا" نیز "بلند کرنا" کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی لئے پتنگ کو جب فضا میں بلند سے بلند تر کیا جاتا ہے تو اس کو ازروئے لغت "پتنگ بڑھانا" کہتے ہیں (حوالہ کے لئے دیکھیں فیروزاللغات زیر لفظ بڑھانا)۔ سو "نام بڑھانے" میں اسے پھیلانے اور بلند کرنے کے ہر دو مفہوم شامل ہیں۔

(ج) اب آیئے "خوب چمک دکھانے" کے جملہ کی طرف، از روئے لغت "چمک" کے معنے ہیں روشنی، تابندگی، درخشندگی اور جگمگاہٹ۔ اسی طرح "چمکنا" بھڑکنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح آواز کا تعلق سماعت سے ہے اسی طرح روشنی کا تعلق رؤیت سے ہے۔ روشنی میں اگر بھڑک بھڑک کر چمکار دکھانے کا عمل بھی شامل ہو تو اس میں رؤیت اور سماعت دونوں شامل ہوجاتے ہیں۔

مندرجہ بالا وضاحتوں کے بعد جب ہم الہام الٰہی "خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے اور تیرے نام کی خوب چمک آفاق میں دکھاوے" کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو یہ امر عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بشارت دی کہ ایک وقت آئے گا کہ جب بموجب ارادہ الٰہی حضور علیہ السلام کا نام اور ذکر (یاد رہے۔ "نام" کا لفظ اسم اور ذکر دونوں پر دلالت کرتا ہے) آسمان کی طرف بلند ہوکر فضائے بسیط میں پھیلتا چلا جائے گا اور پھر جملہ اطراف میں آسمان اور زمین کے مقامات اتصال یعنی آخری کناروں تک اپنی خوب چمک دکھائے گا مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام کے نام اور ذکر کی گونج اقصائے عالم میں بود و باش رکھنے والے تمام بنی نوع انسان کو ہر طرف اور ہر سمت میں سنائی بھی دے گی اور متمثل ہوکر بار بار یعنی بہ تسلسل نظر بھی آئے گی۔ کوئی سمت اور کوئی طرف بھی ایسی نہ رہے گی جہاں آپؑ کے نام اور ذکر کی گونج اور اس کی چمک بصورت تصاویر متمثل ہوکر سنائی اور دکھائی نہ دے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبل ازیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت مل چکی تھی کہ:

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

ہرچند کہ تبلیغ کے زمین کے کناروں تک پہنچنے کی بشارت اور آفاق میں حضور علیہ السلام کے نام اور ذکر کی خوب چمک ظاہر ہونے کی بشارت دو علیحدہ علیحدہ بشارتیں ہیں تاہم ان ہر دو بشارتوں کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ساری دنیا میں حضور علیہ السلام کے پیغام کی اشاعت کے غیر معمولی سامان کئے جائیں گے جس کے نتیجہ میں ساری دنیا میں اسلام کے غالب آنے کی راہ ہموار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن مقصد کے اشتراک کے باوجود ان دونوں بشارتوں میں ایک فرق بھی ہے۔ تبلیغ کے زمین کے کناروں تک پہنچنے والی بشارت میں تبلیغ کے کسی مخصوص ذریعہ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بشارت ہر ذریعہ تبلیغ یعنی تحریر و تقریر، مساجد کی تعمیر، مشنوں کے قیام، اشاعت لٹریچر اور اس کی وسیع پیمانے پر تقسیم کے انصرام وغیرہم پر حاوی ہے۔ برخلاف اس کے حضور علیہ السلام کے نام اور ذکر کے آسمانوں کی طرف بلند ہونے اور پھر کرہ ارض پر اور اس کے گرداگرد آفاق کے کناروں تک اس کی خوب چمک ظاہر ہونے میں تبلیغ کے ایک یکسر جدید اور مخصوص ذریعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ مخصوص ذریعہ (جیسا کہ خلافت رابعہ کے نئے مبارک دور میں رونما ہونے والے نہایت ہی ایمان افروز اور یکسر غیر متوقع حالات و واقعات نے عملاً ظاہر کردیا ہے) یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہلے ریڈیائی لہروں کے ذریعہ آسمان کی فضائے بسیط میں بلند ہوگا اور پھر وہ زمین کی طرف واپس آکر پورے آفاق میں خوب اپنی چمک دکھائے گا یعنی اس طرح زمین کے کناروں تک حضورؑ کے نام و کلام اور ذکر کے ذریعہ نہ صرف اسلام کی منادی کی جائے گی بلکہ ساتھ ہی حضورؑ کے نام اور کلام کی چمک متحرک و متکلم تصاویر کے روپ میں بھی منصہ شہود پر آئے گی۔ اس کی تائید حضور علیہ السلام کو ہونے والے ایک اور الہام سے بھی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

"دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری"

(تذکرہ طبع دوم ص۱۱۶)

اس میں حضور علیہ السلام کی ایک ایسی تصویر کا ذکر ہے جو تصویر ہونے کے باوجود کلام بھی کرے گی اور سب اسے دیکھیں گے بھی اور جو کچھ وہ کہے گی اسے سنیں گے بھی۔ یہ الہام حضور علیہ السلام کے ابتدائی زمانے کے الہامات میں سے ہے اور یہ الہام ہوا بھی حضورؑ کو بعالم کشف۔ اس کشف میں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کا حضور علیہ السلام کی تصویر کو بولتے ہوئے دیکھنا اور سننا اسلام کی بہت عظیم الشان فتح پر منتج ہوگا۔ چنانچہ وہ پورا کشف جس میں فتح عظیم کی بشارت دی گئی ہے ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ حضورؑ نے یہ کشف اپنی معرکہ آراء تصنیف "براہین احمدیہ" میں درج کرتے ہوئے رقم فرمایا:

"آج اس موقع کے اثناء میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی دیکھ رہا تھا بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے ان پر لکھا ہوا تھا کہ

فتح کا نقارہ بجے

پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھلائی اور کہا کہ

دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری

جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تصویر تھی۔ اور سبز پوشاک تھی۔ مگر نہایت رعب ناک۔ جیسے سپہ سالار مسلح فتح یاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین و یسار میں

حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار

لکھا تھا اور یہ سوموار کا روز انیس ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۸۳ء اور ششم کاتک ۱۹۴۰ء بکرم ہے" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۱۵،۵۱۶)

اس کشف اور اس میں ہونے والے الہامات سے ظاہر ہے کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا اجراء اور اس کے ذریعہ متحرک و متکلم تصاویر کے روپ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام و کلام اور آپ کے ذکر کا پورے آفاق میں چمک دکھانا غلبہ اسلام کی آسمانی مہم کے بہت ہی اہم اور انقلاب انگیز موڑ کی حیثیت رکھتا ہے اور اب یمین و یسار یعنی مشرق و مغرب میں حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار کی فتح کا نقارہ بجنے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آفاق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کی خوب چمک ظاہر ہونے کے مضمون پر مشتمل حضورؑ کو ایک الہام عربی زبان میں بھی ہوا۔ وہ الہام بہت ہی لطیف تمثیل کا حامل ہے جو ایک رنگ میں مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی نشریات اور

SUPPLIERS OF
CATERING MATERIAL
FOR WEDDINGS,
PARTIES AND OTHER
SOCIAL FUNCTIONS
ABBA
CATERING SUPPLIES
081 574 8275
081 843 9797

ان کے خوشکن نتائج پر بھی صادق آتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے لطیف تمثیل کے حامل اس الہام کو اپنی کتاب "لجۃ النور" میں درج فرمایا۔ آپؑ نے اس الہامی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے رقم فرمایا:

«وَأَوْحَى إِلَيَّ رَبِّي وَوَعَدَنِي أَنَّهُ سَيَنْصُرُنِي حَتّٰى يَبْلُغَ أَمْرِي مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَتَتَمَوَّجُ بُحُورُ الْحَقِّ حَتّٰى يُعْجِبَ النَّاسَ حُبَابُ غَوَارِبِهَا.»

(لجۃ النور ص۷۲ بحوالہ روحانی خزائن جلد۱۶ ص۴۰۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجموعہ الہامات الموسوم بہ "تذکرہ" کے مرتب نے عربی زبان میں ملنے والی اس بشارت کا اردو ترجمہ ان الفاظ میں درج کیا ہے:

(ترجمہ از مرتب) میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی اور وعدہ فرمایا کہ وہ مجھے مدد دے گا یہاں تک کہ میرا کلام مشرق (کے اطراف۔ ناقل) اور مغرب (کے اطراف۔ ناقل) میں پہنچ جائے گا اور راستی کے دریا موج میں آئیں گے (یعنی ان میں بڑھ چڑھ کر موجیں اٹھیں گی۔ ناقل) یہاں تک کہ ان کی موجوں کے حباب لوگوں کو تعجب میں ڈالیں گے۔ (تذکرہ طبع دوم ص۳۱۷)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے یہ عربی الہام ایک لطیف تمثیل کا حامل نظر آتا ہے۔ اگر اس پر آفاق گیر چمک والے اردو الہام کی روشنی میں غور کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا عربی الہام میں "آفاق" کے لئے "مشارق الارض و مغاربھا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور فضائے بسیط میں بلند ہونے اور پھیلنے والی آواز حق کی حامل ریڈیائی لہروں کے تموج کی طرف "تتموج بحور الحق" کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اعلائے کلمہ اسلام کی غرض سے منصہ شہود پر نمودار ہونے والی متحرک ریڈیائی تصاویر کو "حباب غواربھا" قرار دے کر اور ان کے بارہ میں "یعجب الناس" کے الفاظ استعمال فرماکر بتایا گیا ہے کہ اشاعت اسلام کے اس آفاق گیر ذریعہ اور اس کے عظیم الشان نتائج پر دنیا والے ورطہ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہیں گے۔ اس میں کیا شک ہے کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ ہونے والی آفاق گیر و عالمگیر تبلیغ اسلام اور اس کے نہایت شاندار خوشکن نتائج پر جہاں روئے زمین کے مختلف خطوں میں رہنے والے احمدی اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور بشارتوں کے پورا ہونے پر فرط مسرت سے جھوم رہے ہیں اور بے اختیار سجدات شکر بجالا رہے ہیں وہاں دنیا والے حیران ہیں کہ جو کام بے پناہ اور بے انداز وسائل رکھنے والی اسلامی مملکتوں سے نہ ہوسکا وہ اس چھوٹی اور غریب جماعت نے قوت ایمانی کے بل پر کر دکھایا ہے۔ وہ حیران ہیں اس بات پر بھی کہ یہ عجیب بے خوف و نڈر اور حوصلہ مند جماعت ہے کہ اسے دبانے اور مظالم کا تختہ مشق بنانے کی جس قدر زیادہ کوشش کی جاتی ہے یہ اس سے بھی زیادہ جذبہ و جوش کے ساتھ ابھرتی اور مردانہ وار آگے ہی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکیں وہ کیا جانیں کہ اپنے ایک عظیم الشان مامور کے ذریعہ اس جماعت کو بنانے اور معرض وجود میں لانے والا قادر و عزیز اور قدیر و مقتدر خدا خود اس کا پشتی بان، حامی و ناصر اور معین و مددگار ہے۔ وہ اپنے وعدوں اور بشارتوں کے عین مطابق اسے ترقی پر ترقی دیتا اور ایک کامیابی کے بعد دوسری کامیابی سے مسلسل ہمکنار کرتا چلا آرہا ہے اور وہ اسے ہمیشہ بڑی بڑی اور عظیم تر کامیابیوں اور کامرانیوں سے آئندہ بھی ہمکنار کرتا چلا جائے گا اور اپنی اس جماعت کے ذریعہ ہی اسلام کو پورے کرہ ارض پر غالب کر کے رہے گا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اور الہام میں بھی ریڈیائی لہروں اور فضائے بسیط میں تیرنے والے سیٹلائٹس کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے آفاق گیر نظام کی طرف بظاہر بہت ہی مجمل لیکن بباطن نہایت بلیغ اشارہ موجود ہے۔ اس نظام کی سب سے اہم اور منفرد خصوصیت ہی یہ ہے کہ اس کے ذریعے اعلائے کلمہ اسلام کی غرض سے نشر کی جانے والی آواز اور نشر کرنے والے کی متحرک تصویر مشارق و مغارب یعنی آفاق کی جملہ اطراف میں چشم زدن میں بلاتوقف پہنچ جاتی ہے۔ سو گویا اس ریڈیائی اور ٹیلی وائز نظام کے ذریعہ ہر جہت اور ہر سمت میں ہزارہا میل کے فضائی اور اسی طرح زمینی فاصلے یکسر مٹ کر رہ جاتے ہیں۔ ریڈیائی لہریں بلندیوں پر فضا میں برق رفتاری سے پھیل کر نشر کی جانے والی آواز اور اسی طرح نشر کرنے والے کی متحرک و متکلم تصویر کو قرب و جوار کے ماحول سمیت اطراف و جوانب عالم کے آخری سروں اور کناروں میں پلک جھپکنے میں پہنچادیتی ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی ناپیدا کنار وسعتیں یکایک ناپید ہوگئی ہیں اور مخاطب بیک وقت جملہ اطراف میں ہزارہا میل دور بیٹھے ہوئے سامعین کے درمیان جا موجود ہوا ہے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ باقی ہی نہیں رہا ہے۔ طرفہ تر بات یہ ہے کہ فاصلہ ہے بھی اور ہے بھی ہزاروں میل کا اور ہونے کے باوجود ایک لحاظ سے ہے بھی نہیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے الہام:

"آسمان مٹھی بھر رہ گیا"

(تذکرہ طبع دوم ص۷۴۸)

میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہ اشارہ اس وقت کیا گیا تھا جب ریڈیائی لہروں اور ان کے ذریعہ پیغام رسانی کا کوئی تصور ہی موجود نہ تھا اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پتہ نہ تھا کہ اس الہام الٰہی سے مراد کیا ہے اور یہ کس مفہوم کا حامل ہے۔ آج روئے زمین کا ہر شخص جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ ہزارہا میل دور کی آوازوں کو بالکل اسی طرح سنتا ہے جس طرح قریب کی آوازیں اسے سنائی دیتی ہیں اور جس طرح آنکھوں کے سامنے ہزارہا میل دور کے مناظر خفیف سے وقفہ کے بغیر ٹیلی ویژن کی سکرین پر فی الفور آجاتے ہیں وہ زبان قال سے کہے یا نہ کہے زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ واقعی "آسمان مٹھی بھر رہ گیا"۔

مزید بر آں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا آفاق گیر نظام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ ایک اور عظیم الشان صداقت کا ایک ناقابل تردید عملی ثبوت بہم پہنچانے کا موجب ہوا ہے۔ وہ عظیم نشان صداقت یہ ہے کہ اس آخری زمانے میں رسل و رسائل ٹیلی کمیونی کیشن اور ابلاغ عامہ کی نت نئی سہولتیں پیدا کرنے والی جو ایجادات دنیا میں اب تک ہوچکی ہیں یا آئندہ ہونی مقدر ہیں ان کے معرض وجود میں آنے یا آئندہ انہیں معرض وجود میں لانے کی علت غائی ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی جماعت ان ایجادات سے فائدہ اٹھاکر عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کا فریضہ اس جذبہ و جوش اور جاں فشانی سے ادا کرے کہ تمام بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین واحد اسلام پر آجمع ہوں تاکہ "اذا النفوس زوجت" کی قرآنی پیش گوئی اپنے اصل اور حقیقی معنوں کی رو سے عملاً ظہور میں آجائے۔ جماعت احمدیہ قائم ہی اس لئے کی گئی ہے کہ وہ ان ایجادات کو (جنہیں دنیا میں غلط طور پر استعمال کیا جارہا ہے) دین کا خادم بناکر ان کی اصل علت غائی کو پورا کرنے والی بنے یعنی ان سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھاکر تبلیغ و اشاعت اسلام کے عالمی نظام کو نئی وسعتوں سے ہمکنار کرے اور اس طرح بالآخر اسلام کو ساری دنیا میں غالب کر دکھائے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا پر اس حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا:

"اذا النفوس زوجت بھی میرے ہی لئے ہے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر یہ بھی جمع ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے سارے سامان جمع کر دیئے ہیں چنانچہ مطبع کے سامان، کاغذ کی کثرت، ڈاک خانوں، تار، ریل اور دخانی جہازوں کے ذریعہ دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور پھر نت نئی ایجادات اس جمع کو اور بڑھا رہی ہیں کیونکہ اسباب تبلیغ جمع ہو رہے ہیں۔ اب فونوگراف سے بھی تبلیغ کا کام لے سکتے ہیں اور اس سے بہت عجیب کام نکلتا ہے۔ اخباروں اور رسالوں کا اجراء، غرض اس قدر سامان تبلیغ کے جمع ہوئے ہیں کہ اس کی نظیر کسی پہلے زمانے میں ہم کو نہیں ملتی۔" (الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء بحوالہ تفسیر فرمودہ حضرت مسیح موعودؑ جلد ہشتم ص۳۱۸)

سو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی ایک اور عظیم الشان برکت یہ ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام پر مبنی ان کی عالمگیر نشریات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ صداقت کا زندہ و تابندہ عملی ثبوت فراہم کرنے کا موجب ہوئی ہیں اور وہ صداقت جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں یہی ہے کہ اس آخری زمانہ میں رسل و رسائل، ٹیلی کمیونی کیشن اور ابلاغ عامہ سے متعلق نت نئی ایجادات اسی لئے معرض وجود میں آئی ہیں کہ تا ان ایجادات سے کماحقہ فائدہ اٹھاکر پوری نوع انسانی کو دین واحد پر جمع کیا جائے۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی خالص دینی، تعلیمی و تربیتی اور اصلاحی نشریات کے ذریعہ اس صداقت کا عملی ثبوت اس شان سے منظر عام پر آیا ہے کہ چودھویں کے چاند کی طرح کل عالم اس کا مشاہدہ کر رہا ہے اور کسی کے لئے بھی اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر یہ امر بھی ہمارے لئے ازحد خوشی اور مسرت کا موجب ہے کہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی نشریات کے دعوت الی اللہ اور تعلیم و تربیت کے میدانوں میں بحمد اللہ بہت مثبت نتائج ظاہر ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ ان نشریات کی وجہ سے دنیا بھر کے مذہبی حلقوں میں ایک ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ہر قوم کے لوگوں کی اسلام میں دلچسپی بڑھتی جارہی ہے اور اس بارہ میں ہر طرف سے نہایت خوشکن رپورٹیں موصول ہورہی ہیں۔ ان نشریات کے خوشکن اثرات اب بڑھتے اور پھیلتے جائیں گے اور روئے زمین پر ایک انقلاب برپا کر دکھائیں گے، وہی انقلاب جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو ان الفاظ میں مطلع فرمایا ہے:

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا (یعنی اسلام) اور ایک ہی پیشوا (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں، سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۵)

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی نشریات اور ٹیلی کاسٹ ہونے والے مناظر دنیا پر روز روشن کی طرح عیاں کر رہے ہیں کہ وہ بیج جس کی تخم ریزی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں ہوئی تھی وہ مسلسل بڑھ رہا ہے اور پھول رہا اور پھل لا رہا ہے۔ وہ اب خدائی وعدوں کے بموجب ایک تناور درخت میں تبدیل ہوچکا ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیل کر کرہ ارض پر محیط ہوتی جارہی ہیں اور خدا تعالیٰ اس کی تروتازگی و شادابی اور پھیلاؤ میں مسلسل اضافہ کرکے آفاق میں اس کی خوب چمک دکھا رہا ہے۔ حجت قائم ہوچکی ہے اور فتح کا نقارہ بجنا شروع ہوگیا ہے۔ اس کی آواز اب بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے گی اس لئے کہ یہ خدا کا کام ہے اور خدا کے کاموں کو کوئی نہیں روک سکتا۔

---

## الفضل انٹرنیشنل ہمیں کیوں

### پڑھنا چاہئے

اس لئے کہ

- یہ مرکز سلسلہ اور آپ کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے۔
- اس کے مطالعہ سے آپ کو روحانی تسکین ہوتی ہے۔
- اس میں درج ملفوظات و ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے احمدیت آپ کے ازدیاد ایمان کا موجب بنتے ہیں۔
- اس میں ہمارے محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور خطابات کا مکمل متن شائع ہوتا ہے۔
- یہ اہل علم حضرات کے ٹھوس علمی اور تحقیقی مضامین اور صاحب طرز شعراء کے کلام کے ذریعہ دنیا بھر کی دینی اور اخلاقی تربیت میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

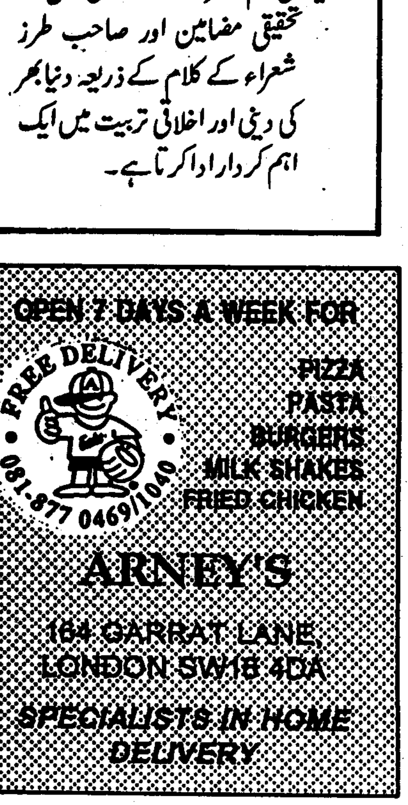

# خطبہ جمعہ

## رمضان مبارک میں اور روزوں میں انسان خدا کی خاطر خدا کی مشابہت میں قریب تر آجاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اسکی جزاء بن جاتا ہوں

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۴ مارچ ۱۹۹۴ء مطابق ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۴ ہجری قمری/ ۴ امان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾

آج اللہ کے فضل کے ساتھ رمضان مبارک اپنے آخری عشرے میں داخل ہو چکا ہے اگرچہ سنت کے مطابق اعتکاف کرنے والے ایک دن پہلے سے اعتکاف بیٹھ چکے ہیں لیکن دراصل اعتکاف آخری عشرے کا اعتکاف ہوتا ہے اور چونکہ آخری عشرہ کی تعین کرنا ممکن نہیں تھا۔ ممکن تھا کہ بجائے تیس دن کے انتیس کا رمضان ہو جاتا اس لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت ہمیشہ سے یہی رہی کہ احتیاطاً ایک دن پہلے اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اور اعتکاف کب شروع کیا؟ کیسے ہوا؟ اور کب تک اعتکاف بیٹھتے رہے؟ اس مضمون سے متعلق میں سمجھتا ہوں جماعت کو کچھ واقفیت کروانی چاہئے۔

علماء تو اکثر جانتے ہیں لیکن نئی نسلوں کے بچے، بعد میں آکر شامل ہونے والے ان باتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ تو پتہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں بیٹھا جاتا ہے لیکن اس سے متعلق دیگر باتوں کا علم نہیں اور خصوصاً سنت کی تفصیل سے بے خبری ہے اور جب تک ہم سنت کی روشنی میں اعتکاف کو نہ سمجھیں اس وقت تک اس سے حقیقی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اعتکاف کا پس منظر یہ ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے اور عبادت فرض ہوئی ہے اعتکاف کا تصور عبادت کے ساتھ ملحق رہا ہے اور کبھی بھی اسے جدا نہیں کیا گیا چنانچہ پہلا گھر جو خدا کے لئے بنایا گیا اس کے مقاصد میں بھی اعتکاف کو داخل فرمایا گیا اور معتکفین کی خاطر بھی مسجد کو پاک اور صاف رکھنے کی تلقین فرمائی گئی۔ اسی طرح دنیا کے تمام مذاہب میں آغاز ہی سے اعتکاف کا تصور ملتا ہے میں نے جہاں تک موازنہ مذاہب سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا ہے مجھے ایک بھی ایسا مذہب معلوم نہیں ہوا جس میں اعتکاف کا تصور موجود نہ ہو لیکن اسلام تک پہنچتے پہنچتے یہ تصور زیادہ پختہ ہو گیا تھا اور زیادہ بالغ بن چکا تھا۔ کیا فرق پیدا ہوا ہے؟ یہ میں آپ کو بعد میں سنت کے حوالے سے بتاؤں گا۔ لیکن عموماً اعتکاف کہتے ہیں خدا کی یاد میں ایک طرف ہو رہنا اور دنیا سے ظاہری قطع تعلقی کر کے جس حد تک ممکن ہے انسان اپنے آپ کو یاد الٰہی میں وقف کر دے۔ بعض مذاہب میں اس اعتکاف میں غلو کیا گیا یہاں تک کہ زندگی بھر دنیا سے تعلق کاٹ کر الگ رہنے کا نام ہی اعتکاف سمجھا گیا۔ اور بہت سے راہب اور اسی طرح ہندو سادھو وغیرہ جو دنیا سے قطع تعلق کر کے بعض دفعہ پہاڑوں کی کھوہوں میں جا بیٹھتے ہیں اور کلیۃً دنیا سے بے گانہ ہو جاتے ہیں یہ اعتکاف ہی کی بگڑی ہوئی صورت ہے جو اعتکاف میں مبالغے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔ قرآن کریم نے عمر بھر کے لئے دنیا سے قطع تعلقی کو ناپسند ہی نہیں فرمایا بلکہ واضح طور پر اس کی مناہی موجود ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ عیسائیوں میں بھی جو رہبانیت کا رواج پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے آغاز میں اس صورت میں یہ رہبانیت ان پر فرض نہیں فرمائی تھی بلکہ بعد میں ان لوگوں نے اس مضمون کو بگاڑ کر اسے عمر بھر کی دنیا سے قطع تعلقی پر منتج کر دیا اور ایک اچھی پر حکمت تعلیم کو بظاہر نیکی کی خاطر، مگر بگاڑ دیا۔ اور ایسا بنا دیا کہ ہر انسان کے بس میں وہ بات نہ رہی۔

قرآن کریم ایک عالمگیر تعلیم ہے۔ اور قرآن کریم کا تعلق خانہ کعبہ کے تمام مقاصد سے بہت گہرا ہے۔ اور قرآن کریم کا طریق یہ ہے کہ ان تمام نیکیوں کو ان کی اصل صورت پر بحال کیا جائے جس صورت میں وہ آغاز میں فرض ہوئی تھیں۔ نیکیوں کی وہ صورت بحال کی جائے جو اللہ تعالیٰ بندوں سے چاہتا ہے اور اس ضمن میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم نیکیوں کی ماہیت کو سمجھ سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ساری زندگی اس بات کا نمونہ تھی کہ خدا سے تعلق قائم کرنا دنیا سے کلیۃً تعلق کاٹنے کو نہیں کہتے بلکہ اسے فرار کہا جاتا ہے۔ اگر انسان دنیا سے کلیۃً جدا ہو جائے اور اس کی کشش اور جذب سے اتنا دور ہٹ جائے کہ اس کی آزمائش کا سوال ہی باقی نہ رہے تو اسے خدا پرستی نہیں کہا جاتا، اسے دنیا کے خوف سے اس سے بھاگنا قرار دیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ساری زندگی جو قطع تعلقی کے نمونے ہمیں دکھاتی رہی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر اس سے الگ رہنا اور اس سے مرعوب نہ ہونا اور اس سے مغلوب نہ ہو جانا۔ اسی کا نام جہاد ہے تمام زندگی انسان ایسے جہاد میں مصروف رہے کہ ہر طرف سے چاروں طرف سے اسے آزمائشیں بار بار مبتلا کریں اور ٹھوکر لگانے کی کوشش کریں لیکن انسان صراط مستقیم پر مضبوط قدموں کے ساتھ گامزن رہے اور کسی دوسری آواز کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ دراصل اللہ کے لئے دنیا سے الگ ہو جانا ہے جو سنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے اور قرآن کریم کی تمام تعلیم اسی مرکزی نقطے کے گرد گھومتی ہے۔ اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔ اسی کا نام حد اوسط ہے۔ اسی کو "لا عوج لہ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ گویا کہ اپنی راہ پر جو وسطی راہ ہے، نہ افراط کی راہ ہے نہ تفریط کی راہ ہے، نہ حد سے زیادہ آگے بڑھا جا رہا ہے، نہ فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی کی جا رہی ہے، اس متوازن رستے پر رہتے ہوئے اپنی زندگی گزارو اور ثابت قدم رہو۔ یہی مضمون اعتکاف کا مضمون ہے۔ اعتکاف بھی دنیا سے کچھ دیر کے لئے اس طرح الگ ہونے کا نام ہے کہ بظاہر انسان کلیۃً کٹ گیا ہو اور آزمائش سے نکل گیا ہو۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس مضمون پر بھی حیرت انگیز روشنی ڈالی ہے اور اسے قربانی قرار دیا ہے۔ آزمائش سے الگ ہو جانے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نیکی کا اعلیٰ درجہ نہیں بلکہ قربانی قرار فرمایا ہے۔

پہلے تو میں آپ کو مختصر یہ بتاؤں کہ آنحضورؐ کا اعتکاف کیسے تھا۔ کس طرح شروع ہوا۔ سب سے پہلے تو رمضان مبارک کے ساتھ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو اعتکاف شروع کیا وہ وسط رمضان میں ہوا کرتا تھا یعنی رمضان کے دوسرے عشرے کے آغاز سے شروع ہوتا تھا اور آخر تک جاری رہتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اعتکاف کو سورج ڈوبنے کے بعد اگلا دن شروع ہونے کے وقت ختم نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ آخری رات کو بھی بیچ میں شامل فرما لیتے تھے اور اکیس کی صبح کو اپنا اعتکاف ختم کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ یہی طریق جاری رہا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ معیت کے شوق میں کئی صحابہ نے آپ کے ساتھ مسجد میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ بلکہ امہات المومنین میں سے بھی بعض نے وہاں اپنے خیمے لگا لئے۔ ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے اپنا خیمہ آنحضورؐ کی اجازت سے مسجد کے صحن میں گاڑ لیا۔ جب دوسری ازواج کو پتہ چلا تو دیکھا دیکھی اس شوق میں کہ یہ کیوں آگے بڑھ گئی ہم بھی ساتھ شامل ہوں خود حضرت عائشہؓ سے سفارش کروا کر پہلے اجازت لی پھر آہستہ آہستہ اور خیمے بھی لگنے شروع ہو گئے جس کی براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اجازت نہیں لی گئی بلکہ حضرت عائشہ ہی سے اجازت لے کر کہ چلیں ہم بھی گاڑ لیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تم بھی لگا لو۔ چنانچہ وہ خیمے لگ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب تشریف لائے اور مسجد میں خیمے دیکھے تو آپ نے فرمایا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیسے خیمے لگے ہوئے

ہیں تو بتایا گیا کہ یہ امہات المومنین کے خیمے ہیں۔ آپ کی ازواج کے خیمے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کے ہاں نیکی کا یہ تصور ہے؟ اس کو نیکی کہتے ہیں؟ ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ یعنی نیکی ایک طبعی خودرو خواہش کے نتیجے میں تو پیدا ہوتی ہے مگر نقالی کے نتیجے میں نہیں ہوتی۔ اور اتنا اس بات کو ناپسند فرمایا کہ اس رمضان مبارک میں اعتکاف نہیں فرمایا۔ اور اس سال کا اعتکاف کا ناغہ شوال میں پورا کیا۔ آپ نے فرمایا اس حالت میں میں اس مسجد میں نہیں بیٹھوں گا۔ اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت کی ایک عجیب شان ہے۔ ان بیویوں کو فرماسکتے تھے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ، خیمے اٹھالو۔ کیوں نہیں کہا۔ اس لئے کہ مسجد میں اعتکاف کا عورت کا حق تسلیم فرماچکے تھے۔ اور یہ حق حضرت عائشہؓ کی صورت میں تسلیم ہوچکا تھا تو باقی بیویوں کی صورت میں کیا عذر تھا کہ ان سے کہا جاتا کہ نہیں، تمہیں اجازت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ محسوس فرمایا کہ اس میں نیکی کی خواہش سے زیادہ بیویوں کے آپس کے مقابلے کا رجحان زیادہ دکھائی دے رہا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ یہ نیکی نہیں رہی کہ اس طرح اگر نقالی کرتے ہوئے نیکی اختیار کی جائے جس میں آپس کی رقابت کارفرما ہو تو فرمایا یہ نیکی نہیں رہتی۔ اور اس پر ایک ہی فیصلہ آپ فرماسکتے تھے کہ اچھا ان کو تو نہیں ہٹا سکتا یہاں سے، میں خود ہٹ جاتا ہوں۔ پس یہ عجیب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت۔ اتنی گہرائی ہے اس سیرت میں کہ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ کیسا پاکیزہ تعلق تھا اپنی ازواج سے۔ ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو ڈانٹ ڈپٹ کر اور غصے کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسے عجیب انداز سے کہ اس سے حقوق پر بھی کوئی ضرب نہیں پڑتی اور جو تکلیف اٹھائی وہ خود اٹھائی۔ لیکن اعتکاف کا ناغہ نہیں فرمایا چنانچہ شوال کے ایام میں آپ اعتکاف بیٹھے۔

بیچ کے دنوں کا اعتکاف آخری عشرے کے اعتکاف میں کیسے تبدیل ہوا؟ ایک دفعہ صبح کے وقت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے وہ رات دیکھی ہے۔ یعنی لیلۃ القدر مراد تھی۔ اور وہ دیکھی ہے اکیس کی صبح کے تعلق میں۔ جبکہ اعتکاف ختم ہوچکے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کی مجھے علامتیں بھی دکھائی گئی ہیں۔ بارش ہورہی ہے اور چھت ٹپک رہی ہے اور میں سجدہ کرتا ہوں تو میرے ماتھے پر گیلی مٹی لگ جاتی ہے۔ اور پانی بھی مجھ پر پڑا ہوا ہے۔ یہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ میں پوری طرح یاد نہیں رکھ سکا کہ بعینہ وہ کونسی رات ہے مگر یہ نظارہ میں نے اکیس کی رات کو دیکھا ہے۔ اس لئے آئندہ سے میں آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھا کروں گا۔ پس جن لوگوں نے میرے ساتھ اعتکاف بیٹھنے کی سعادت پائی ہے (یعنی لفظ سعادت وہاں تو استعمال نہیں فرمایا تھا میں کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ سعادت پائی ہے) وہ میرے ساتھ اسی رمضان میں اس عشرے میں بھی بیٹھیں۔ تو اس آخری عشرے میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے اور وہ سال ایسا تھا کہ دو اعتکاف اکٹھے ہوگئے۔ ایک وسطی عشرے کا اور ایک آخری عشرے کا۔ اور راوی بیان کرتے ہیں کہ اسی رات بارش بھی ہوئی۔ اور ہم نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیشانی پہ وہ مٹی لگی ہوئی دیکھی ہے۔ وہ چھت ٹپکی ہے اور خاص طور پر اس رویاء کی صداقت کے اظہار کے طور وہاں ٹپکی کہ جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سجدہ فرمایا کرتے تھے اور پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ بھیگ چکے تھے اور ماتھے پر وہ گیلی مٹی لگی ہوئی تھی۔ یہ روایت بخاری کتاب الاعتکاف سے لی گئی ہے اور اس کے راوی ہیں سعید الخدریؓ جو بہت مشہور اور ثقہ راوی ہیں۔

پس اس دن سے یہ سنت پختہ ہوگئی اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پھر تمام زندگی قائم رہے کہ رمضان مبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور دیگر اصحاب جن کو توفیق ملتی اور مسجد میں ان کے لئے جگہ ملتی ان کو بھی اجازت تھی کہ وہ ساتھ بیٹھیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عام طور پر اس جگہ اعتکاف بیٹھتے تھے کہ جہاں آپ کے گھر کی طرف اندرون خانہ ایک کھڑکی مسجد میں بھی کھلتی تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ بعض دفعہ سر میں تیل لگانا ہو اور کنگھی کرنی ہو تو آپؐ کھڑکی سے سر باہر کردیا کرتے تھے یعنی گھر کی طرف اور میں وہیں سے آپؐ کے سر پہ تیل لگاکر کنگھی کردیا کرتی تھی۔

اس حدیث کو اپنے اصل مسلک سے ہٹاکر فقہاء میں یہاں تک بحثیں راہ پاگئی ہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنوانا جائز ہے کہ نہیں ہے۔ اور فتویٰ دینے والوں نے فتویٰ یہی دیا کہ جائز ہے۔ اور حوالہ اس حدیث کا دیتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ جب میں نے جماعت احمدیہ کی فقہ میں دیکھا جو ہمارے ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم کی تحریر کردہ ہے تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا تھا۔ باقاعدہ بحث اٹھائی گئی تھی کہ سوال ہے کہ مسجد میں اعتکاف کے دنوں میں بیٹھ کر سر منڈوانا، حجامت کروانا جائز ہے یا نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔ اور مکروہ ہونے کے لحاظ سے حضرت امام مالک کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انہوں نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔ اس کو ناجائز اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مسجد میں ہوتے ہوئے اعتکاف کی حالت میں سر کھڑکی سے باہر کیا اور وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے سر پہ تیل بھی لگایا اور کنگھی بھی کی۔ اب اس سے یہ ثابت ہوجانا تو حیرت انگیز بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ بعض باتیں ایسی ہیں جن کا فتاویٰ سے تعلق نہیں ہوتا۔ سیدھی سادی عقل سے تعلق ہوتا ہے۔ مسجد میں حجام آنے شروع ہوجائیں اور وہاں کپڑے بچھائے جائیں اور ان پر حجامتیں ہورہی ہوں، ایسا بھیانک تصور ہے کہ اس پر یہ سوال اٹھانا ہی بےوقوفی ہے کہ یہ جائز ہے کہ ناجائز ہے۔ اب یہ سوال اٹھنے شروع ہوجائیں فقہ میں کہ ایک آدمی اپنی ٹانگوں کے ساتھ رسیاں باندھے، الٹا لٹک جائے، الٹا لٹک کے کھانا کھائے یہ جائز ہے کہ ناجائز ہے۔ تو جواب دیا جائے کہ جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔ جواب یہ ہونا چاہئے کہ تمام اہل عقل کے لئے ناجائز ہے اور جو بےوقوف ہیں ان کے لئے ہر چیز جائز ہے۔ پھر مسئلہ کیا پوچھتے ہیں۔ پس جب آپ ان روایات کو یا دیگر روایات کو پڑھتے ہیں۔ وہ روایات جن کا اعتکاف یا عبادتوں سے تعلق ہے وہاں بہت سے ایسے مضمون راہ پاگئے ہیں جن پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ سوال اٹھائے کیوں گئے ہیں۔ لیکن اگر آج کل کا کوئی تعلیم یافتہ انسان ان تمام فقہی بحثوں کو پڑھے جن کا ذکر ہمارے فقہاء کی کتب میں ملتا ہے۔ تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ بعض متنفر ہوکے دین سے ہٹ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ فقہ ہے مذہب کی۔ جو سب سے اعلیٰ مذہب، سب سے کامل مذہب اور یہ لغو بحثیں اس میں اٹھائی جارہی ہیں۔ کوا حلال ہے کہ حرام ہے۔ اگر مکروہ ہے تو اسے طیب بنانے کے لئے کیا طریق اختیار کرنے چاہئیں۔ کتنے دن بھوکا رکھا جائے۔ کتنے دن صرف پانی پلایا جائے تاکہ اس کا سابقہ گند دور ہوجائے اور اس کا گوشت حلال بن جائے۔ کتابیں لکھی گئی ہیں اس پر۔ ایسی ایسی بحثیں اٹھائی گئی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ایک دوسرے کو مرنے مارنے پر تیار ہوجاتے تھے۔ جو کہتے تھے کوا کھانا جائز ہے وہ کہتے تھے کہ ہم اس کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں۔ اور تم دین کو بگاڑ رہے ہو جب کہتے ہو کہ کوا حرام ہے۔

> اس دنیا میں جو لوگ نیکی کی تمنا رکھتے ہیں اور نیکی کرنے کی کوشش کرتے ہیں موت ان کے سفر کو ختم کردیتی ہے مگر خدا کے نزدیک وہ نیکیاں جاری رہتی ہیں۔

میں آپ کو یہ اس لئے سمجھا رہا ہوں کہ اعتکاف کے تعلق میں بھی جو روایتیں ملتی ہیں ان کو عقل سے پہچاننا چاہئے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ ان کی روح کیا ہے۔ روح وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائی اور جس پر عمل کیا کہ کوئی غیر ضروری بات نہیں کرنی۔ نہ مسجد کے اندر نہ مسجد کے باہر۔ مسجد سے باہر نکلنا ہے تو حوائج ضروریہ کی خاطر نکلنا ہے۔ اور وہاں سنگھار پٹار بھی نہیں کرنا۔ اور وہاں وہ زینت بھی نہیں اختیار کرنی جو عام طور پر جائز ہے۔ اس حدیث سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے میں اس کے بالکل برعکس نتیجہ نکال رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خود صبح اور شام اپنے گھر میں حوائج ضروریہ کے لئے داخل ہوا کرتے تھے۔ وہاں کنگھی اٹھاکر خود بھی کنگھی کرسکتے تھے۔ وہاں خود بھی تیل کی مالش سر پہ فرماسکتے تھے۔ لیکن نہیں کیا۔ کیونکہ اسے بنیادی حوائج ضروریہ میں ایسا نہیں سمجھا (حوائج ضروریہ کا مطلب یہ ہے انتہائی بنیادی ضرورت) کہ اس پر بھی وقت لگایا جائے۔ ورنہ کئی لوگ ایسے ہیں اور خصوصاً اگر خواتین بھی اعتکاف بیٹھیں تو وہ تو بعض دفعہ آدھا آدھا گھنٹہ اپنے چہرے درست کرنے پر لگادیتی ہیں۔ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کو گہری نظر سے پڑھنا چاہئے پھر صحیح سبق ملیں گے۔ پس اس روایت سے مسجد میں دوسری چیزیں نہ کرنے کا ثبوت تو ملتا ہے، کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بالکل برعکس نتیجہ ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اعتکاف یہ تھا کہ مسجد سے باہر نکلتے تو محض اتنا فرض ادا کرتے جس کا مسجد میں ادا کرنا ممکن نہ ہو۔ اور جہاں مسجد میں بعض چیزیں کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے وہاں سر باہر نکال لیا، اگر کسی کے لئے ایسا موقع ہو کسی کا گھر اس طرح ساتھ جڑا ہو تو اس کو یہ اجازت ہے مگر اس سے زیادہ کی نہیں۔ مگر جہاں تک ضروری امور میں بعض مشوروں کا تعلق ہے وہ مسجد میں رہ کر اعتکاف کی حالت میں بھی ناجائز نہیں ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ ایک موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے خیمے میں گئیں اور وہاں کچھ دیر بعض اہم امور پر آپس میں باتیں ہوئیں۔ اور یہ بات اعتکاف کی روح کے خلاف نہیں تھی۔ جب آپ اٹھنے لگیں تو آپ نے فرمایا ٹھہرو میں بھی چلتا ہوں۔ اور اس میں بھی ایک عجیب شان ہے آپؐ کے عظیم اخلاق کی۔ مسجد کو اس وقت اپنا گھر بنا بیٹھے تھے۔ اپنے گھر ایک باہر کا مہمان آیا تھا اس کی عزت افزائی کے لئے مسجد کے دروازے تک چھوڑنے گئے ہیں۔ عجیب شان ہے۔ فرمایا ٹھہرو ٹھہرو، میں بھی چلتا ہوں ساتھ۔ میں تمہیں وہاں تک چھوڑنے جاتا ہوں جہاں تک میں جاسکتا ہوں اور مسجد کے دروازے پر جاکے الوداع کہا۔ یہ وہی موقع ہے جس کے متعلق وہ حسن ظن اور بدظنی کے متعلق ایک عجیب روایت ملتی ہے اس وقت دو انصاری اس جگہ سے گزر رہے تھے جہاں مسجد کے دروازے سے وہ اندر دیکھ سکتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا تو سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ٹھہرو ٹھہرو ابھی آگے نہیں جانا۔ یہ جو میرے ساتھ خاتون کھڑی باتیں کر رہی تھیں یہ میری بیوی ہیں۔ یہ صفیہ ہیں۔ ان کو اس سے بہت صدمہ پہنچا کہ یارسول اللہ ہم آپ پر بدظنی کرسکتے ہیں اور پھر وہ بھی مسجد میں اعتکاف کی حالت میں۔ تو آپؐ نے یہ کیوں فرمایا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون میں دوڑ رہا ہے۔ اس لئے تمہاری خاطر کہ کہیں خدانخواستہ تمہیں کوئی ٹھوکر نہ لگ جائے۔ اس لئے میں نے تمہیں بتادیا کہ یہ کون ہے۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اعتکاف تھا۔ اعتکاف میں عبادت میں بہت شدت اختیار کرتے تھے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کتنا سوتے تھے کتنا نہیں۔ مگر روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عام عبادات کے مقابل پر رمضان کی عبادت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اور رمضان کے عام دنوں کی عبادت کے مقابل پر آخری عشرے کی عبادت بہت ہوا کرتی تھی۔ یہ دستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ آخری سال، جس سال آپ کا وصال ہوا ہے، اس سال کے رمضان مبارک میں آپ نے پھر بیس دن کا اعتکاف کیا ہے۔ کوئی ایسی بات آپ کو معلوم ہوئی ہے جس کے نتیجے میں عام سنت سے ہٹ کر پھر پہلی سنت کی طرف واپس گئے ہیں اور دس دن کی بجائے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آخری سال بھی بیس دن کا ہی اعتکاف تھا۔ اور پھر آپ کا وصال ہوا ہے۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جن کا ہمیں معین علم نہیں ہوسکا کیونکہ بعض وحی کے ذریعے پہنچنے والی ایسی اطلاعات ہوتی تھیں جن کو شاید صحابہ کو صدمے سے بچانے کے لئے آنحضورؐ کھل کر بیان نہیں فرماتے تھے۔ وصال کے متعلق بھی مجھے قطعی یقین ہے کہ آپ کو پوری طرح مطلع فرمادیا گیا تھا۔ لیکن آپ ان باتوں کو صحابہؓ سے چھپا لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جو بیس دن کا اعتکاف ہے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا کہ کیوں کیا تھا۔ مگر جب ہم ان دونوں باتوں کو جوڑ کر دیکھتے ہیں کہ پہلے دس دن کا ہوا کرتا تھا تو وہ بیچ کے عشرے سے آخری عشرے میں چلا گیا تھا اور وہ ایک اعتکاف بیس دن کا تھا۔ تو وہ جوڑ جو پیدا ہوا تھا وہاں سے آغاز تھا زیادہ سے زیادہ اعتکاف کا۔ اسی زیادہ سے زیادہ اعتکاف کی حالت میں آپ نے آخری رمضان گذارا ہے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے رمضان کی کیفیت سے متعلق کچھ روایتیں آپ کے سامنے پیش کر رہا تھا۔ وہ ملتا جلتا مضمون ہے جو مختلف روایتوں میں ملتا ہے میں پھر آپ کے سامنے اس کو رکھتا ہوں۔

> **آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ساری زندگی اس بات کا نمونہ تھی کہ خدا سے تعلق قائم کرنا دنیا سے کلیۃً کاٹنے کو نہیں کہتے۔**

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔ یہ بخاری کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی زیادہ ہوجاتی تھی جب جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے اور قرآن کا دور کرتے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان دنوں تیز آندھیوں سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ (بخاری کتاب الصیام باب اجود ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ.»

کہ ہر انسان کے لئے روزہ افطار کرنے کے وقت ایک ایسی دعا کا وقت ہوتا ہے کہ وہ دعا رد نہیں کی جاتی۔ افطار کے وقت عموماً خوش گپیوں میں لوگ مصروف ہوجاتے ہیں اور ایک طبعی بات ہے سارا دن پابندیوں کے بعد جب پابندی اٹھتی ہے وہ خوش ماحول میں گفت و شنید ہوتی ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک ایسا وقت آجاتا ہے جب اللہ تعالیٰ خصوصیت سے وہ دعا قبول کرتا ہے اس لئے اپنے اس وقت کو خوش گپیوں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بے تکلف گفتگو بے شک کریں۔ لیکن دعا کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔ اور دعا سے غافل نہ رہیں۔ یہ جو دعا کا خاص وقت ہوا کرتا ہے اس کے پیچھے ہمیشہ حکمت ہوتی ہے۔ سارا دن اللہ کی خاطر جب انسان روزہ رکھتا ہے اور تمام جائز چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے تو جب دوبارہ اللہ ہی کے نام پر انہیں شروع کرتا ہے تو جس طرح انسانی دل کی کیفیت ہوتی ہے ویسی مثال تو نہیں دی جاسکتی۔ مگر اور چارہ نہیں ہے انسانی جذبات اور کیفیت کا حوالہ دیئے بغیر ہم ایک دوسرے کو بات سمجھا نہیں سکتے۔ تو جس طرح کوئی انسان کسی کی خاطر کوئی کارنامہ سرانجام دے کر واپس آتا ہے تو اس کی پیٹھ پر پھر وہ تھپکی دیتا ہے اور خوشی کے کلمات اس سے کہتا ہے۔ اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے، ایک طبعی امر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے ایسا ہی سلوک فرماتا ہے۔ اور اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ سارے دن کے بعد روزہ کھولا ہے تو خدا تعالیٰ اس وقت خاص "مانگ کیا مانگ" کے جلوے میں ہوتا ہے۔ اور اس وقت کوئی دعا ایسی کرنی چاہئے جو انسان کی عاقبت کو درست کردے۔ عاقبت سنوار دے۔ لیکن ایسا تبھی ہوتا ہے جب انسان اس امر مفوضہ، یعنی اس کام کو باحسن سرانجام دے، جو اس کے سپرد کیا گیا ہو۔ اگر کام احسن طریق پر کرنے کی بجائے اسے بگاڑ کر آیا ہو تو پھر اس سے یہ سلوک نہیں ہوا کرتا۔ پس یہ نہ خیال کریں کہ یہ کوئی میکانکی چیز ہے۔ خود بخود ہی ہر روزہ دار کو یہ موقع ملتا ہے کہ اس کی ایک دعا ضرور قبول ہوگی۔ ان روزے داروں کا ذکر ہے جو روزے کو اچھی طرح گذارتے ہیں اور ایسے انداز سے گذارتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر ان پر پڑتی ہے۔ پھر جب وہ کام کو مکمل کرلیتے ہیں تو ان کی کوئی دعا ایسی ہے جسے خدا ضرور سن لیتا ہے۔ پس اس پہلو سے اپنے روزوں کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں۔ (کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ تو میرے لئے ہے میں ہی اس کی جزاء بن جاتا ہوں یعنی روزوں کے ذریعے وصال الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کیونکہ میرا بندہ میرے لئے روزے میں اپنی جائز خواہشات اور اپنے کھانے پینے کو بھی ترک کردیتا ہے۔ فرمایا کہ روزہ گناہوں کے خلاف ایک ڈھال ہے اور روزے دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک وہ خوشی جو اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ خدا کے فضل سے اپنے روزوں کو مکمل کرلیتا ہے۔ یعنی ہر روز جب وہ روزہ مکمل کرتا ہے تو اسے خوشی میسر آتی ہے یہ خوشی اسے دنیا میں ملتی ہے۔ اور ایک وہ خوشی ہے جو اسے آخرت میں ملے گی جب وہ اپنے رب سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے راضی ہوگا۔ نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کو مشک کی بو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔

اس حدیث میں "میں جزا بن جاتا ہوں" کا جو مضمون ہے وہ کھول کر سمجھایا گیا ہے۔ کہ عام عبادات میں انسان جائز باتیں ترک نہیں کرتا۔ کوئی اور عبادت ایسی نہیں ہے جو وہ جائز چیزیں جو انسان کے لئے خدا تعالیٰ نے خود قرار دے دی ہیں، وہ خدا کی خاطر چھوڑ رہا ہو۔ ایک روزہ ایسی چیز ہے جس میں تمام حلال باتیں بھی منع ہوجاتی ہیں سوائے سانس لینے کے۔ کیونکہ یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر پھر زندگی نہیں چل سکتی۔ تو خدا کے قریب ترین آنے والی عبادت روزہ ہے جو خدا سے مماثلت میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے کسی غذا کا محتاج نہیں۔ کسی پانی کا محتاج نہیں۔ اور روزمرہ زندگی میں انسان ان چیزوں کا محتاج رہتا ہے۔ عبادتیں پھر بھی ساتھ جاری رہتی ہیں۔ رمضان مبارک میں اور روزوں میں انسان خدا کی خاطر خدا کی مشابہت میں قریب تر آجاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی جزاء بن جاتا ہوں۔ یعنی اس نے زیادہ سے زیادہ میرے قرب کی کوشش کی ہے۔ عبادت کا جو لفظ ہے (یہ دراصل عبادت اور عبودیت یہ دو الفاظ ہیں اسی طرح ایک عبدیت کا لفظ بھی ہے جس میں عبد کا مضمون پایا جاتا ہے)۔ عبد کہتے ہیں غلام کو۔ عبد کہتے ہیں اس شخص کو جس کا اپنا کچھ نہ رہا ہو اور انہی معنوں میں اللہ نے قرآن کریم میں انسانوں کے لئے عبد کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ پیدائشی غلام ہیں۔ "گھر سے تو کچھ نہ لائے" والا مضمون ہے۔ نہ اپنی بناوٹ میں ان کا کوئی عمل دخل، نہ اپنی بقا میں ایک ذرے کا بھی ان کی کمائی کا کوئی دخل ہے۔ یہ تمام تر انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مرہون ہے اور اسی کی تخلیق کے نتیجے میں انسان کو وجود کی خلعت بخشی جاتی ہے۔ تو وہ پیدا غلام ہوا

ہے یہ یاد رکھنا چاہئے۔ اس کا اپنا کچھ نہیں۔ کیونکہ غلام کی تعریف یہ ہے کہ جس کا اپنا کچھ نہ ہو۔ اور پھر اسے عارضی طور پر ملکیتیں عطا ہوتی ہیں یہاں تک کہ پھر اس سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ ازخود اپنی ملکیتوں کو ترک کر کے خدا کے سپرد کرنا شروع کرو۔ اور یہ عبادت ہے۔ عبادت کا اعلیٰ مقصد یہی ہے کہ انسان کو اس بات کی تربیت دے کہ خالی ہاتھ آیا تھا دنیا میں، آکر ہاتھ بھر گئے۔ بہت سی چیزیں مل گئیں۔ بہت سی چیزوں سے تعلقات قائم ہوگئے، اب از خود، جبراً نہیں، موت کے ذریعے نہیں، بلکہ خود اپنے اوپر ایک موت طاری کر کے ان چیزوں کو خدا کے سپرد کرنا شروع کرو۔ ساری نہیں تو کچھ نہ کچھ کرو۔ لمبے عرصے تک نہیں تو کچھ عرصے کے لئے کرو، یہاں تک کہ تمہارا ارادہ تمہاری عبدیت میں شامل ہوجائے اور اس کا نام عبادت ہے۔

عبودیت سے عبادت کا یہ فرق ہے۔ عبودیت میں تو بندے کے جتنے سلوک ہیں وہ سارے اس لفظ میں آجاتے ہیں۔ عبادت بندے کے اس تعلق کو کہتے ہیں جو از خود اپنے شرح صدر کے ساتھ اپنی ملکیتوں کو خدا کی طرف لوٹا رہا ہے اور اپنے تعلقات کو اس کے لئے خاص کر رہا ہے دنیا سے تعلق کاٹتا ہے۔ اللہ کے سپرد ہوجاتا ہے۔ اپنی تمناؤں کا مرکز اس کو بنالیتا ہے۔ تو ہر جگہ جو انتقال ہے ذہنی ہو یا عملی ہو یہ دراصل خدا کی ہی چیز خدا کے سپرد کرنے والی بات ہے۔ یہ حالت جب ترقی کرتی ہے تو اس کو مزید مدد دینے کے لئے روزہ جگہ جگہ اس کے سہارے کے لئے آکے کھڑا ہوجاتا ہے اس حالت میں اپنے تمام وجود کو اس طرح خدا کے سپرد کردینا کہ گویا موت کے قریب پہنچ جائے۔ اور رمضان جب گرمیوں میں آتے ہیں تو وہ واقعی موت کے قریب پہنچانے والی بات ہے۔ ہم نے خود بہت سخت رمضان ربوہ کے ابتدائی دنوں میں کاٹے ہیں۔ ایسے سخت رمضان تھے وہ کہ آپ یہاں بیٹھ کے تو اس کا تصور کر ہی نہیں سکتے۔ بعض دفعہ ایک ایک ہفتے تک ایک سو بیس درجے سے اوپر درجہ حرارت رہتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے ایک سو چوبیس درجہ تقریباً دن رات رہتا تھا کیونکہ دن کو دھوپ پڑتی تھی اور رات کو پہاڑیاں ریڈی ایشن (Radiation) کرتی تھیں اور دن کی جذب کی ہوئی گرمی وہ سورج کی قائم مقامی میں واپس چھوڑ رہی ہوتی تھیں۔ اور ہم ٹمپریچر دیکھتے تھے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا نہ دن کو نہ رات کو۔ حالانکہ عرب میں بہت گرمی ہوتی ہے لیکن رات بہت ٹھنڈی ہوجاتی ہے اس لئے کچھ ریلیف (Relief) مل جاتا ہے۔ تو روزہ اس طرح کھولتے تھے کہ نیم مردہ کی حالت ہوتی تھی اور بعض لوگ چادریں بھگو بھگو کر اوپر لیتے تھے۔ پنکھے بھی نہیں تھے۔ بڑی سخت گرمیاں تھیں۔ بجلی کوئی نہیں تھی۔ مکان تھوڑے تھے اور مٹی بہت اڑتی تھی۔ عجیب قسم کی بلائیں تھیں جو گھیرے ہوئے تھیں۔ لیکن اللہ نے اس زمانے میں بھی بچوں کو اور بڑوں کو خوب توفیق دی اور اپنے فضل سے ان بداثرات سے بھی بچالیا۔

> دنیا میں رہ کر اس سے الگ رہنا اور اس سے مرعوب نہ ہونا اور اس سے مغلوب نہ ہوجانا اسی کا نام جہاد ہے۔

رمضان خدا کی خاطر ایسی سختیوں کا نام ہے کہ جو بعض دفعہ موت کے منہ تک پہنچا دیتی ہیں اور اس کے نتیجے میں اللہ کہتا ہے کہ اب میں جزاء ہوں۔ اور فرماتا ہے کہ مجھے ایسے شخص کے منہ کی بدبو بھی جو رمضان میں میری خاطر اس نے قبول کرلی ہے، یہ کستوری کی خوشبو سے بہتر لگتی ہے۔ یہ مراد تو نہیں ہے کہ کستوری کی خوشبو اللہ تعالیٰ سونگھتا ہے۔ لیکن خالق کو اس چیز کی صفات کا علم ہوتا ہے۔ جب تک ایک خالق کو اس چیز کی صفات کا علم نہ ہو وہ چیز بنا ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہنا بے ہودہ بات ہے کہ وہ سونگھ سکتا ہے کہ نہیں۔ جو چیز اس نے پیدا کی ہے اس کے تمام خواص سے وہ واقف ہے ورنہ اس کی تخلیق کے ڈیزائن میں وہ خواص آہی نہیں سکتے۔ پس یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بدبو کیا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ خوشبو کیا ہوتی ہے۔ اور اس موقع پر وہ خوشبو پر بو کو ترجیح دے رہا ہے۔ لیکن اس سے مومن عموماً یہ تو خوش ہوجاتے ہیں کہ ہمارے رمضان کی منہ کی بو اچھی بات ہے، کوئی ہرج نہیں۔ لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کے بعد بھی تمہارے منہ کی بدبو پسند ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت جو سارا سال جاری رہتی تھی اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک بندے اپنے منہ کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھتے ہیں اور سوائے رمضان کی مجبوری کے ان کے منہ سے بو نہیں آتی۔ یہ پہلو بھی تو دیکھیں۔ اس لئے رمضان میں تو مجبوری ہے رمضان کے بعد خوب مسواک کیا کریں۔ اور اپنے منہ کو ہمیشہ پاک صاف رکھیں۔ منجن استعمال کریں۔ کلیاں باقاعدہ وضو کے ساتھ تو کرتے ہیں۔ کھانے کے بعد بھی کیا کریں۔ اس سے آپ کے دانت وغیرہ بھی ٹھیک رہیں گے۔ اور پھر رمضان میں جب داخل ہوں گے پھر آپ کے منہ کی بو وہ بو بنے گی جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے گا۔ ورنہ رمضان سے باہر بھی وہی بو تھی تو پھر خدا کو یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ مجھے تمہارے منہ کی بو کستوری سے بہتر لگتی ہے۔ کیونکہ وہ بو تو پھر تمہارے اپنے مزاج کی بو ہے خدا تعالیٰ کی خاطر نہیں ہے۔

میں نے یہ پہلے بیان کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے رمضان میں دنیا کے ابتلاؤں سے بچنے کو قربانی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزے دار جب دنیا سے کٹ کر مسجد کا ہو رہتا ہے تو میں اسے خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ مسجد سے باہر جو نیک کام کیا کرتا تھا ان سے محرومی کا اس کو کوئی صدمہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ تمام نیک کام اس کے نہ کرنے کے بلاوجود اس کے کھاتے میں لکھ دیئے ہیں۔ تو نیکی اصل وہی ہے جو آزمائشوں میں پڑ کر دنیا کے ساتھ تعلقات کے دوران ظاہر ہو رہی ہے اور اعتکاف اس نیکی کو ترقی دینے کی بات نہیں ہے اس نیکی سے عارضی طور پر خدا کے لئے ایک اور نیکی کی خاطر محروم ہونے کا نام ہے۔ لیکن روزمرہ کی مومن کی زندگی وہی ہے جو تمام دنیا کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے گذرے اور اس کے ساتھ ساتھ خدا کے عائد کردہ فرائض کے تقاضے بھی پوری طرح شان کے ساتھ پورے ہوں۔ یہ ہے وہ صراط مستقیم جس کے لئے ہم روزانہ دعا کرتے ہیں۔

مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام میں یہ روایت ہے کہ سہل ؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو "ریان" یعنی سیرابی کا دروازہ کہتے ہیں۔ اس دروازے میں سے قیامت کے دن صرف اور صرف روزہ دار جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ ان کے ساتھ اس دروازے میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اس دن یہ منادی کی جائے گی کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر ان کو بلا بلا کر اس دروازے کے ذریعے سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور جب آخری روزہ دار اس دروازے میں سے داخل ہوجائے گا تو اس دروازے کو بند کردیا جائے گا اور کوئی غیر اس میں سے جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔"

> تمام زندگی انسان ایسے جہاد میں مصروف رہے کہ ہر طرف سے چاروں طرف سے اسے آزمائشیں بار بار مبتلا کریں اور ٹھوکر لگانے کی کوشش کریں لیکن انسان صراط مستقیم پر مضبوط قدموں کے ساتھ گامزن رہے اور کسی دوسری آواز کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ دراصل اللہ کے لئے دنیا سے الگ ہوجانا ہے جو سنت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے

یہ حدیث ایک ظاہری منظر کھینچ رہی ہے۔ اور پچھلے سال بھی غالباً میں نے اس کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی تھی۔ اس ظاہری منظر کو کلیۃً ظاہر پر محمول کرنا نہ تو اس حدیث کا منطوق ہے نہ اس سے آپ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ اور نہ جنت کا کوئی صحیح تصور آپ کے ذہن میں ابھرے گا کہ جنت کیا ہوتی ہے۔ اگر وہاں گیٹ لگے ہوں اور کہا جائے کہ اس دروازے سے آجاؤ تو اس سے مستقلاً کسی کو کیا فائدہ! اور ایک آدمی نمازی بھی ہے نماز کے دروازے سے بھی اس کو بلایا جائے گا اور نیکیاں بھی کرتا ہے جنت کے سات نیکیوں کے دروازے ہیں وہ باری باری ایک سے نکل کر دوسرے میں جائے، پھر اس سے نکل کر تیسرے میں جائے۔ کیا یہ منظر ہے جو جنت کے تعلق میں انسان اپنے تصور میں قائم کر سکتا ہے؟ بالکل درست نہیں۔ یہاں اس کی مثال حواس خمسہ سے دی جا سکتی ہے۔ ایک انسان جسے دیکھنے کی حس عطا ہوئی ہو وہ دنیا کے اکثر تجارب میں اس حس کے دروازے سے دنیا میں داخل ہوتا ہے اور دیکھنے سے تعلق کی ساری لذتیں اس کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور اس کے لئے باری باری کی بحث نہیں ہے کہ اب وہ آنکھوں کے رستے داخل ہو۔ پھر وہ کانوں کے رستے داخل ہو۔ بلکہ کانوں کا بھی ایک دروازہ دنیا میں قائم ہوا ہوا ہے۔ اور کانوں کے رستے بھی وہ دنیا میں داخل ہوتا ہے اور سماعت سے تعلق رکھنے والی لذتیں حاصل کرتا ہے۔ تو پانچ مختلف حصے ہیں وہ گویا کہ اس کے لئے دنیا میں داخل ہونے کے دروازے ہیں ایک دروازہ بند ہوجائے تو اس مضمون کی دنیا اس کے لئے کالعدم ہوجاتی ہے۔ اس کے تعلقات کے دائرے سے باہر نکل جاتی ہے۔ اسی دنیا میں رہتا ہے

مگر کم لطف اٹھاتا ہے۔ ایک اندھا، دیکھنے والے کی نسبت کم لطف اٹھاتا ہے۔ ایک نہ سننے والا، سننے والے کی نسبت کم لطف اٹھاتا ہے۔ ایک منہ کی لذت سے محروم انسان یا اس کے بعض پہلوؤں سے محروم انسان اسی طرح کھانے میں کم لطف اٹھاتا ہے۔ بعض بے چاروں کی خوشبو کی طاقت مرجاتی ہے۔ ان کو کیا پتہ کہ پھولوں کی مہک کیا ہوتی ہے۔ وہ پہلوان کی لذتوں کا ان کے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ بے روزے بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ یعنی یہ تو نہیں کہ جن کو روزے کی توفیق نہیں ملی وہ داخل ہی نہیں ہوں گے۔ مگر یہاں خدا کی خاطر سیرابی سے محرومی کا جو وہ تجربہ کر چکے ہیں اس کے نتیجے میں انہیں ایک خاص حس عطا ہوتی ہے جو آئندہ جنت میں ان کو غیر معمولی طور پر جنت کی نعمتوں سے سیراب ہونے کا سلیقہ اور قوت عطا کرے گی۔

پس یہ وہ دروازے ہیں جن کا حدیثوں میں ذکر ملتا ہے ورنہ ظاہری طور پر کسی دروازے سے جنت میں چلے جانا وہ آج چلا گیا کل بھول گیا۔ ہمیشہ ہمیش کے لئے جنت میں رہنا ہے۔ تو دروازے کس کو یاد رہیں گے۔ لیکن جو مضمون میں بتا رہا ہوں جو روزمرہ کی زندگی میں ہمارا تجربہ شدہ مضمون ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص بینائی کے دروازے سے دنیا میں داخل ہوتا ہے اس کی موجیں ہی اور ہیں بہ نسبت اس بے چارے کے جو اس دروازے سے داخل نہیں ہوتا۔

پس اسی جنت میں جس میں اور بھی لوگ رہ رہے ہوں گے روزے دار کی لذتیں اور ہوں گی۔ اور جو سیرابی کا لطف ہے وہ ایک غیر معمولی لطف اس کو نصیب رہے گا۔ پھر فرمایا وہ دروازہ بند ہو جائے گا اس کے بعد دوسروں کے لئے پھر وہ نہیں کھلے گا۔

بخاری کتاب الصیام میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ "مسلمانو! سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے"۔

یہ سحری کھانے میں برکت کا جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ زیادہ نیکی اختیار کرنے کی خاطر اس زمانے میں آٹھ پہرے روزے رکھا کرتے تھے اور یہ ظاہر کرتے تھے کہ خدا کی خاطر بھوک کو زیادہ برداشت کرنا یہ دراصل نیکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے جب بھی ایسے لوگ آئے آپ نے اس کی اصلاح فرمائی اور سمجھایا کہ نیکی خدا کو زبردستی خوش کرنے میں نہیں ہے کیونکہ کوئی دنیا میں خدا کو زبردستی خوش نہیں کر سکتا۔ جتنی تمہاری طاقت ہے تم اپنے اوپر جتنی چاہو تنگیاں ڈال لو اس کے ذریعے سے خدا کو خوش نہیں کر سکتے۔ خدا کو خوش کرنا اس کی رضا میں ہے۔ پس جب خدا نے تمہارے لئے سحری کا کھانا خود مقرر فرما دیا ہے تو اس سے ہاتھ کھینچ لینا اور اسے نیکی سمجھنا جائز نہیں۔ پس سحری میں برکت ہے۔ اٹھا کرو اور اس خیال سے کھایا کرو کہ اللہ نے تم پر رحم فرماتے ہوئے چوبیس گھنٹے کا روزہ نہیں رکھوایا بلکہ نصف دن یا کم و بیش جو بھی شکل ہو، کا روزہ رکھوایا ہے۔ تو اس لئے سحری ضرور کھانی چاہئے اور اگر اس خیال سے کھائیں گے تو پھر اس میں زیادہ لطف محسوس ہو گا۔

ترمذی ابواب الصوم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا رب فرماتا ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ اور روزے کی عبادت تو خاص میرے لئے ہے۔ میں خود اس کی جزا ہوں یا جزا دوں گا۔ (دونوں الفاظ ملتے ہیں)۔ روزہ آگ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

جہاں تک یہ "گنا" کی بحث ہے قرآن کریم میں جب زیادہ گنا، اتنے گنا کی بات چلتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ بیج جو پھوٹے اور اس پہ ایک دانے میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں تو وہ سات سو گنا کی بات ہے۔ یہ حدیث اسی طرف اشارہ کر رہی ہے مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ جس کے لئے چاہے وہ اس سے بھی بڑھا دیتا ہے۔ پس جو سات سو گنا کا مضمون ہے یا اس سے دس گنا کا، جو بھی شکل ہو اس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ گن گن کر بعینہ اتنے گنا ثواب ملتا ہے اور بات ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ذرا تحریص کے لئے اس قسم کے نقشے کھینچے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو خوشی پیدا ہو، دل میں شوق پیدا ہو۔ ایسی نیکیوں کو اختیار کرے کہ تھوڑے عمل کے نتیجے میں زیادہ جزا مل جائے۔ مگر دراصل جزاء لامحدود ہے۔ اور اسی مضمون کو قرآن ہی سے لیا گیا ہے۔ لامحدود کا آخری کنارہ خدا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ سات سو سے بڑھا کر بھی دیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ اتنا بڑھایا جا سکتا ہے کہ خدا خود جزاء بن جائے۔ اگر خدا خود جزاء بن جائے تو اسے آپ کتنے گنوں میں شمار کریں گے۔ لاکھ گنا کروڑ گنا دس ارب گنا اس سے بھی زیادہ جتنا تصور کر لیں وہ گنتی میں نہیں آسکتا۔ تو قرآن کریم ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث کی بنیادیں ہیں۔ وہ تمام احادیث جو حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ سے وابستہ ہیں، اگر آپ فراست سے کام لیں اور ان کو قرآن میں تلاش کریں تو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملے گی جس کی قرآن میں جڑیں نہ ہوں۔ اور وہیں انہی آیات سے یہ مضمون آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اٹھائے ہیں۔ پس اس پہلو سے سب سے زیادہ پاک تفسیر قرآن کی محمدؐ رسول اللہ کی زندگی ہے۔ اور آپ کا کلام اس تفسیر پر مزید روشنی ڈالتا ہے۔ اب آخر پر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں:

"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو"۔ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۵۹)

**نیکی اصل وہی ہے جو آزمائشوں میں پڑکر دنیا کے ساتھ تعلقات کے دوران ظاہر ہورہی ہے**

پس رمضان تو اب ہاتھ سے نکلا چلا جاتا ہے بہت سے ایسے ہمارے بیمار اور کمزور جو کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکے ان کی تسلی کے لئے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اقتباس آپ کے سامنے رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ غم نہ کریں اگر بیماری سے پہلے کی حالت میں انہیں روزے کی تمنا تھی تو ان کی بیماری کے روزے بھی ان کے حق میں لکھے جائیں گے۔ اور اگر پہلے تمنا نہیں تھی تو بیماری کے روزے نہ رکھنے کی اجازت سے بھی وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ مضمون ہے جسے میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ رمضان کے تعلق میں ہمیں اصل میں زندگی کا فلسفہ مل گیا ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ نیکی کی تمنا رکھتے ہیں اور نیکی کرنے کی کوشش کرتے ہیں موت ان کے سفر کو ختم کر دیتی ہے مگر خدا کے نزدیک وہ نیکیاں جاری رہتی ہیں۔ اسی لئے لامتناہی جزاء ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ روزے کی تمنا لے کر اور حسب توفیق روزے رکھتے ہوئے اگر بیماری پڑ گئی تو تمہارا عمل منقطع نہیں ہو گا خدا کے حضور لکھا جائے گا اور جزاء بھی لامتناہی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ اس رمضان کی جزاء تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے، ان کے فیض سے لامتناہی کر دے۔ خدا کرے کہ جو دن کوتاہی میں کٹ گئے ان کا نقصان ہمیں نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو کا ہاتھ ان کوتاہیوں کو مٹا دے اور ہماری نیکیوں کو اجاگر کر دے اور ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی ان کا فیض پہنچتا رہے۔


## *mta*- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

| Satellite | EUTELSAT II F3 | STATSIONAR 21 | STATSIONAR 4 | GALAXY 2 |
|---|---|---|---|---|
| Area | Europe, North Africa | Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions | South America, Africa and European Regions | North America, Canada |
| Position | 16° East | 103° East | 14° West | 74° West |
| Transponder | 37 | 7 (C-Band) | 7 (C-Band) | 11 |
| Frequency | 11.575 GHz | 3725 MHz | 3725 MHz | 36 MHz |
| Polarity | Vertical | Right Hand circular | Right Hand circular | Horizontal |
| Format | 625 Lines PAL Colour | 625 Lines PAL Colour | 625 Lines PAL Colour | NTSC |
| Audio Sub-Carriers | | | | |
| Urdu | 6.5 MHz | 6.5 MHz | 6.5 MHz | 6.2 MHz |
| English | 7.02 MHz | 7.02 MHz | 7.02 MHz | - |
| Arabic | 7.20 MHz | 7.20 MHz | 7.20 MHz | - |
| Bosnian* | 7.38 MHz | 7.38 MHz | 7.38 MHz | - |
| Russian* | 7.56 MHz | 7.56 MHz | 7.56 MHz | - |
| German* | 7.74 MHz | 7.74 MHz | 7.74 MHz | - |
| French | 7.92 MHz | 7.92 MHz | 7.92 MHz | - |
| Turkish* | 8.10 MHz | 8.10 MHz | 8.10 MHz | - |
| London Time | 13.00 - 16.00 (Daily) | 07.00 - 19.00 (Fridays Only) | 13.30 - 14.30 (Fridays Only) | 13.30 - 14.30 (Fridays Only) |

* On special occasions only

**Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695**
**Timings:** 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کے اوصاف حمیدہ

(مکرم شیخ مبارک احمد صاحب۔ امریکہ)

کچھ عرصہ پہلے حضرت خلیفۃالمسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قرآن مجید کے حوالہ سے خصوصی طور پر جماعت کو توجہ دلائی کہ جو لوگ اپنے بزرگ آباء واجداد کے ذکر کو زندہ رکھتے ہیں۔ ان کی عظیم خوبیاں قوموں میں زندہ رہتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ جنہوں نے غیر معمولی قربانیاں کی ہیں۔ ان کا ذکر نئی نسل بھول رہی ہے۔ ان بزرگ لوگوں کا ذکر صرف کتابوں میں ہی نہیں رہنا چاہئے۔ ان بزرگوں کے ذکر کو زندہ رکھیں۔ قوموں کی زندگی کا یہ اہم راز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکے خاص کرم سے اس عاجز کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد صحابہ کو دیکھنے، ملنے، ان کے پاس بیٹھنے، ان کے مواعظہ حسنہ اور درس و تدریس کے سننے۔ استفادہ کرنے اور کئی ایک سے دعائیں کروانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور بعض بزرگ صحابہ سے خاکسار کو تلمذ کا شرف حاصل ہے۔

اس پاک گروہ کی معیت سے ان کے اعلیٰ خصائل اور اوصاف حمیدہ کا ذاتی طور پر علم ہوا۔ اور ان کی ایمان افروز مجلسوں سے روحانی حظ اور فیض حاصل کیا۔ اس وقت چند صحابہ کا ذکر خیر کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں۔ جن خوش نصیب بزرگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی آپ پر ایمان لانے کی توفیق نصیب ہوئی اور آپ کی بابرکت صحبت و معیت کی سعادت ملی۔ حضور اقدس نے ان کے بارہ میں فرمایا:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کے مقام و مرتبہ کے متعلق حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں۔ ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ ہیں اور حفاظت کا ذریعہ۔"

پھر فرمایا:

"جو لوگ نبی کے ساتھ اپنے آپ کو پیوست کر دیتے ہیں یہ لوگ خدا کی طرف سے حصن حصین ہوتے ہیں۔ اور دنیا ان کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہتی ہے۔"

جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ان کی والہانہ محبت اور عقیدت ان کی فدائیت اور اطاعت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے دلکش نظارے صدیوں دکھانے سے قاصر رہے گی۔ ان خوش نصیب ہستیوں کو خدا کے مقبول مسیح اور مہدی، مامور من اللہ نے "اصحب الصفہ" کے برگزیدہ نام سے یاد فرمایا۔

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ جنہوں نے ۱۹۰۲ء میں بیعت کی قادیان کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ بعد میں ہجرت کر کے قادیان آگئے اور یہیں کے ہوگئے۔ کریانہ کی اولیں دوکان انہوں نے مسجد مبارک کے قریب کی دوکانوں میں شروع کی۔ یہ دوکانیں مرزا نظام الدین صاحب کی تھیں۔ ان کا کرایہ ڈیڑھ روپیہ ماہوار تھا۔ کسی نے شکائت کے رنگ میں حضرت مولانا نورالدینؓ سے کہا کہ مسجد کے قریب دوکانیں نہیں ہونی چاہئیں۔ حضرت مولوی نورالدینؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ذکر کیا تو حضور نے فرمایا "کیا آپ جانتے ہیں یہ کون لوگ ہیں؟ یہ اصحاب صفہ ہیں"۔ یہ سن کر شیخ رحمت اللہ صاحب فرماتے ہیں خوشی سے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان صحابہ کو جو دھونی رما کر قادیان کے ہی ہوگئے۔ جو اپنے آقا کی محبت و عقیدت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ انہیں صرف صحابی ہی نہیں گردانا بلکہ "اصحاب الصفہ" قرار دیا۔ اور فرمایا "یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں ہیں جو مجھے عطا ہوئی ہیں۔" ایسے ہی مخلصین کو وحی الٰہی نے بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔ اصحب الصفہ قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحب الصفہ سے مماثل گردانا۔ ان سے حسن سلوک کی تلقین آغاز بیعت سے سات سال قبل کی وحی میں کی گئی۔ ۱۸۸۲ء کی وحی میں ہے۔

«وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ. اَصْحَابُ الصُّفَّةِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّةِ. تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ. يُصَلُّونَ عَلَيْكَ. رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِيْ لِلْاِيمَانِ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا».

یعنی یاد رکھو کہ وہ زمانہ آتا ہے لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے۔ سو تیرے پر واجب ہے کو تو ان سے بدخلقی نہ کرے اور تجھے لازم ہے کہ انکی کثرت دیکھ کر تھک نہ جائے اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہونگے وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ وہ کس شان اور ایمان کے لوگ ہونگے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں وہ بہت قوی الایمان ہونگے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے اور ایک چمکتا ہوا چراغ ہے سو ہم ایمان لائے۔ (تذکرہ۔ مجموعہ الہامات و کشوف و رویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطبوعہ ۱۹۶۹ء صفحہ ۵۲، ۵۳)

ان خوش بخت صحابہ کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مزید یہ بشارت بھی دی گئی۔

«اِنِّی مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ وَمَعَ مَنْ اَحَبَّكَ.»

یعنی میری معیت تجھے حاصل ہے اور تیرے اہل کو حاصل ہے اور ان کو بھی میری معیت حاصل ہے جو تیرے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ (تذکرہ)

یہ الہامی بشارت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص شان کی حامل اور صحابہؓ کی خاص عظمت اور فضیلت کو ظاہر کرتی ہے۔

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس محبت اور خلوص کا مظاہرہ اپنے کردار اور ایثار سے کیا ہے اس کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے اس الہامی نوید میں دی اور اپنی معیت کا حامل قرار دیا۔

## صدق سے بھری ہوئی روحیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی صحابہؓ میں اول مقام بلحاظ فدائیت، اطاعت اور خلوص و محبت کے حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ کو حاصل ہوا۔ سب سے اول بیعت بھی آپ ہی کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول فرمائی۔ اور آپکی غیر معمولی عقیدت و فدائیت اور والہانہ ایثار کے پیش نظر حضورؑ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں۔ جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ - - - - - وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔" (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۳۵)

پھر فرمایا:

چہ خوش بودے اگر ہریک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

سیدنا حضرت حکیم الامت نور دینؓ کے خلوص، فدائیت اور اپنے مقدس امام کی غیر معمولی اطاعت کے تو بے شمار نورانی واقعات ہیں لیکن اس وقت صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔

## غیر معمولی روح اطاعت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت میں ایک دفعہ بٹالہ کا ایک ہندو رئیس جس کی بیوی بیمار تھی اس کے علاج کے لئے قادیان حضرت سیدنا و مولانا نورالدینؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس نے بغرض علاج بٹالہ جانے کی آپ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا:

میں قادیان میں آزاد و مختار نہیں بلکہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے تابع فرمان ہوں۔ اگر حضور مجھے ارشاد فرماویں گے تو میں بخوشی علاج کے لئے آپ کے ساتھ چلا جاؤں گا۔

وہ ہندو رئیس سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے ماجرا بیان کیا۔ حضور اقدس نے جو اس کے خاندان سے بخوبی واقف تھے۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کو علاج کے لئے ساتھ جانے کی بخوشی اجازت دے دی۔ جب حضرت مولانا نورالدینؓ کو اجازت کا علم ہوا تو آپ بٹالہ روانہ ہونے سے پہلے حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ ملاقات کے وقت حضور نے فرمایا "مولوی صاحب! آپ آج ہی واپس تشریف لے آئیں گے؟" آپ نے جواباً عرض کیا "ہاں حضور آج ہی انشاء اللہ واپس آجاؤں گا" اس کے بعد حضرت مولانا نورالدینؓ حضورؑ سے رخصت ہو کر بٹالہ کے لئے یکہ پر سوار ہوئے اتفاق سے رستہ میں سخت بارش ہوگئی اور بٹالہ قادیان کا کچا راستہ خراب ہوگیا۔ حضرت مولاناؓ نے بٹالہ پہنچ کر مریضہ کا معائنہ کیا ضروری نسخہ اپنے سامنے تیار کروایا اور استعمال کروایا اور مغرب کے قریب واپسی کے لئے تیار ہوگئے۔ مالک مکان نے عرض کیا کہ بارش کی وجہ سے راستہ ناقابل گذر ہو رہا ہے اور اس وقت کوئی یکہ بان اس راستہ پر جانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ مغرب کا وقت بھی قریب ہے۔ آپ آج رات میرے ہاں تشریف رکھیں آپ کو ہر طرح آرام و سہولت رہے گی۔ حضرت مولانا نورالدینؓ نے فرمایا کہ میں حضرت مرزا صاحب سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ آج ہی واپس آجاؤں گا۔ لہٰذا میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا میں نے بہرحال آج ہی واپس جانا ہے۔

مالک مکان نے عرض کیا کہ حضرت مرزا صاحب کو علم ہے کہ سخت بارش کی وجہ سے راستہ ناقابل گذر ہے۔ اسلئے مجبوری ہے اور قادیان میں کوئی فوری کام بھی درپیش نہیں۔ کل آپ کی واپسی کا پورا انتظام ہوجائے گا۔ لیکن وعدہ کرنے والے حضرت حکیم الامت نورالدینؓ تھے اور وعدہ اپنے مرشد اور آقا سے تھا، تخلف کیسے ہوتا۔ آپ نے جب دیکھا کہ صاحب الدار اپنی طرف سے ازراہ ہمدردی سواری کا انتظام کرنے کے لئے تیار نہیں اور وقت زیادہ ہو رہا ہے تو آپ پیدل قادیان کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستہ جابجا کیچڑ، دلدل اور پانی سے بھرا ہوا تھا اور ناقابل گذر۔ اوپر سے بارش ہو رہی تھی۔ ابھی چند قدم ہی طے کئے تھے کہ دلدل میں پھنس گئے۔ آخر مجبوراً جوتے اتار کر افتاں و خیزاں آگے بڑھے۔ سنگریزوں اور کانٹوں کے چبھنے سے پاؤں چھلنی اور لہولہان ہوگئے۔ آپ جوش عشق اور جذبہ اطاعت میں تقریباً ساری رات چلتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان سے تھوڑا وقت پہلے

قادیان پہنچ گئے اور جسم دھوکر اور کپڑے بدل کر صبح کی نماز میں مسجد مبارک میں شریک ہوگئے۔

نماز کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے کسی کام کے لئے آپ کو یاد فرمایا اور آپ نے اپنے آقا کے حضور حاضری دے دی۔ اللہ اللہ اطاعت اور فرمانبرداری کا کیا ہی شاندار نمونہ تھا جو حضرت سیدنا نورالدین رضی اللہ عنہ نے پیش فرمایا۔ اپنے مرشد و آقا کی اس طرح کی فرمانبرداری میں خدا کے اس محبوب و برگزیدہ بندہ نے کئی سبق ہم بعد میں آنے والوں کو سکھائے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

سیدنا حضرت نورالدین ؓ کی ایسی ہی جاں نثاری اور فداکاری کو دیکھتے ہوئے خدا کے مقبول مسیح اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ذکر خیر میں فرمایا:

"مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غم خواری اور جان نثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ان کے حال سے، ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہورہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کردیں۔ ان کی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔" (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ ص ۳۷)

حضرت میر محمد اسحاق صاحب ؓ کا بیان ہے:

"ایک دفعہ جب حضرت حکیم الامت مولانا نور دین ؓ بیمار ہوئے اور ایک دن آپکی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو حضور اقدس علیہ السلام آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر واپس اپنے مکان پر آکر دوائیں نکالیں اور حضرت ام المومنین کے والان میں زمین پر ہی بیٹھ گئے۔ دوائیاں کچھ کاغذ کے ٹکڑوں پر رکھنی شروع کردیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فکرمندی کو دیکھ کر حضرت ام المومنین آپ کے پاس آکر بیٹھ گئیں اور تسلی کے طور پر حضور سے باتیں کرنے لگیں کہ جماعت کے بڑے بڑے عالم فوت ہورہے ہیں۔ مولوی برہان الدین صاحب جہلمی فوت ہوگئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب بھی فوت ہوگئے۔ خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو صحت دے۔ حضرت ام المومنین کی یہ باتیں سن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ شخص (حضرت نور دین) ہزار عبدالکریم کے برابر ہے"۔ (الفضل ۲ مئی ۱۹۱۳ء)

ایک اور بزرگ صحابی حضرت قاضی ضیاء الدین رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے والے جن ۳۱۳ بزرگ صحابہ کا حضور نے خود ذکر فرمایا ہے ان میں سے گیارہ صحابی ایسے ہیں جو حضرت قاضی صاحب ہی کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور مزید غیر معمولی برکت و فضیلت آپ کے مقدر میں یہ ہوئی کہ آپکی ساری اولاد۔ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب ؓ اور حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب ؓ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ۳۱۳ صحابہ میں شامل ہوئے۔

حضرت قاضی ضیاء الدین ؓ کی بیٹی محترمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ بھی صحابیہ ؓ تھیں۔ یہ شرف اور فضیلت بہت کم کو نصیب ہوئی۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتہائی فدائی اور عاشق صادق تھے۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ وضو کررہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضور کے محبوب خادم حضرت حافظ حامد علی صاحب ؓ نے دریافت کیا کہ حضور یہ کون صاحب ہیں۔ تو حضور نے میرا نام اور پتہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ عشق ہے (چنانچہ حضرت قاضی صاحب اس بات پر فخر کیا کرتے اور تعجب سے کہا کرتے کہ حضور کو میرے دل کی کیفیت کا کیونکر علم ہوگیا)۔ (اصحاب احمد جلد ۶)

آپ بلند پایہ عالم تھے عربی فارسی کے اعلیٰ پایہ کے زبان دان تھے۔ سینکڑوں کتابیں آپ کی لائبریری میں تھیں۔ علم حدیث۔ فقہ۔ قرآن کریم کے قابل قدر اور عظیم متبحر سکالر تھے۔ اور طبیب حاذق۔ خاص شہرت رکھتے تھے۔ درس و تدریس میں شامل ہونے کے لئے لاہور تک کے طلباء آپ کے پاس آکر رہتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ؓ لکھتے ہیں:

"حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب ؓ ایک یکرنگ مخلص دوست تھے وہ اخلاص و عقیدت میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ جب پہلی مرتبہ قادیان آئے تو انہوں نے مسجد اقصیٰ کے محراب والی دیوار پر اپنے جذبات کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر میں اس طرح پر کیا

حسن و خلق و دلبری بر تو تمام
صحبتے بعد از لقائے تو حرام

آپکے ذریعہ ضلع گوجرانوالہ میں سلسلہ کی بہت تبلیغ ہوئی۔ اکثر لوگوں کو ان کی وجہ سے ہی ہدایت نصیب ہوئی۔ ان کے خاندان کے سب لوگ سلسلہ میں بحمداللہ داخل ہوگئے۔ وہ اپنے علاقہ میں زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھے۔ (الحکم ۷ مئی ۱۹۳۴ء)

آپ نماز تہجد کے بڑے پابند تھے۔ تہجد کی نماز چھوٹی عمر میں پڑھنی شروع کی۔ آپ کی طبیعت میں بےحد سوز و گداز تھا۔ بہت رقیق القلب اور منکسرالمزاج تھے اور مسکین طبع۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ؓ بیان کرتے ہیں "ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ مسکین کا لفظ لکھا کرتے تھے" (الحکم ۷ مئی ۳۴ء)

حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب ؓ نے جو خود بھی صحابی تھے اپنے والد بزرگوار حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب ؓ کے بارہ میں اپنے روزنامچہ میں ۲۲ مئی ۱۹۰۴ء کو لکھا۔

"آج حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) گورداسپور سے تشریف لائے۔ دعا کے لئے عرض کی اور جنازہ کے لئے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت نے جنازہ پڑھایا۔ بڑی لمبی دعا کی۔ ایسی آگے میں نے نہیں دیکھی۔ بعد ازاں (حضرت) مولوی عبدالکریم نے چند آدمیوں کو مخاطب کرکے کہا "پرانے آدمیوں کی ایسی ہی قدر ہوتی ہے"۔

"حضرت اقدس (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔ کیونکہ انہوں نے آپکی اس وقت بیعت کی تھی جبکہ آپ کے مرید معدودے چند ہی تھے اور آپ خود اپنے مریدوں کو گھر سے اپنے ہاتھوں کھانا لاکر دیتے۔ جس چیز کی کھاتے وقت ضرورت ہوتی۔ آپ خود اندر جاکر لاتے"

## ایثار و قربانی کا خاص جذبہ

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ کپورتھلہ کے صحابہ کو اخلاص اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق و محبت میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان کی قربانیاں ایک غیر معمولی رنگ رکھتی تھیں۔ اس جماعت کے تمام افراد میں قربانیوں کے لئے باہم رشک اور مسابقت کا جذبہ تھا۔

ایک دفعہ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لدھیانہ میں تشریف فرما تھے۔ مخالفین کی طرف سے اشتہار بازی ہورہی تھی۔ کسی اشتہار کے جواب کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضرورت سمجھی اور بذریعہ اشتہار جواب شائع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضور نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب ؓ (جو حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے والد بزرگوار تھے) سے فرمایا کہ ساٹھ روپیہ یا کچھ زائد کی ضرورت ہے۔ آپ کپورتھلہ جائیں اور احباب جماعت سے وصول کرکے لے آئیں اور جلد واپس آئیں۔ حضرت منشی صاحب واپس کپورتھلہ گئے اور اسٹیشن سے سیدھا اپنے گھر۔ اپنی نیک بخت اہلیہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ حضور نے جلد واپس آنے کا فرمایا تھا۔ بجائے اس کے کپورتھلہ شہر کے مختلف محلوں میں احمدی احباب کے ہاں جاؤں اور سارا وقت خرچ کروں میں نے مناسب سمجھا ہے کہ آپ اگر حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اپنا زیور دیدیں تو اسے فروخت کرکے اسکی رقم حضور اقدس کی خدمت میں جاکر پیش کردوں۔ نیک بخت بیگم نے اسی وقت خلوص و محبت سے زیورات کی صندوقچی حضرت منشی ظفر احمد صاحب ؓ کے سپرد کردی۔ حضرت منشی صاحب صندوقچی لے کر سیدھے صراف کی دوکان پر پہنچے۔ فروخت کیا۔ رقم وصول کی۔ جو مطلوبہ رقم سے قدرے زائد تھی اور بجائے گھر جانے کے سیدھے سٹیشن پہنچے اور ٹرین سے لدھیانہ حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوکر رقم پیش کردی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس فوری کارکردگی اور تعمیل اور جذبہ سے بےحد متاثر ہوئے اور بہت سراہا۔ چند روز بعد حضرت منشی اروڑا صاحب ؓ جو کپورتھلہ کے ہی ایک بزرگ اور عاشق صحابی تھے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب ؓ کے بہت قریبی دوست اور ساتھی تھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا کہ آپ کی جماعت نے بہت اخلاص کا نمونہ دکھایا اور بڑے اچھے موقعہ پر امداد کی۔ ایک اشتہار کی اشاعت کے سلسلہ میں بروقت مطلوبہ رقم مہیا کردی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں اور اپنے ساتھی حضرت منشی ظفر احمد صاحب ؓ سے بہت ناراض ہوئے کہ ہمیں کیوں محروم رکھا۔ اور حضور سے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ منشی ظفر احمد صاحب نے دشمنی کی۔ ہم کو نہیں بتایا اور وہ اس قربانی میں شریک نہ ہوسکے۔ یہ تھی والہانہ روح کپورتھلہ کے بزرگ اور خوش قسمت صحابہ کی۔ بعد میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب ؓ نے حضرت منشی اروڑا ؓ سے وضاحت کی کہ رقم پیش کرتے وقت حضور کی خدمت اقدس میں جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ کپورتھلہ کی جماعت سے لے کر آئیں عرض کیا کہ کپور تھلہ کی جماعت کی طرف سے رقم ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کی اہلیہ یا ان کی طرف سے یہ رقم ہے۔ کیسا دلربا ایثار ہے۔

یہ روح تھی قربانی کی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں پائی جاتی تھی جماعت کپورتھلہ کے بزرگ صحابی حضرت منشی اروڑا صاحب ؓ کا یہ دل آویز قصہ کس قدر ایمان افروز ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کا تعلق رکھتے تھے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازالہ اوہام میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"ان کی اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔ شاید ان کو اس سے بڑھ کر اور کسی بات میں خوشی نہیں ہوتی ہوگی کہ اپنی طاقتوں اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہر ایک توفیق سے کوئی خدمت بجالائیں اور دل و جان سے وفادار۔ محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل اور سچائی کے عاشق ہیں۔"

آپ اپنے والہانہ عشق و محبت میں ساری عمر یہ تمنا لئے رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں نذرانہ میں سونے کی اشرفیاں پیش کریں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوئے تو حضور ؑ کا وصال ہوگیا۔ بالآخر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہ اشرفیاں لےکر حاضر ہوئے اور سخت بےتاب ہوگئے۔ اور بیتابی میں اس قدر جذباتی ہوئے کہ بول نہ سکے۔ روتے روتے نڈھال ہوگئے۔

یہ تھے وہ بزرگ صحابہ ؓ اور خوش قسمت ارادت مند رفیق جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کے تازہ بتازہ الہامات اور پرمعارف کلام کو سنا اور آپ کے نشانات کو اپنی

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا بلکہ کئی نشانات کے مورد ہوئے۔ یہ تھے وہ صحابہؓ کپورتھلہ کے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے خلوص اور محبت اور والہانہ عشق و فرمانبرداری اور بےلوث خدمتوں کے پیش نظر یہ لکھ کر بھیجا:

"جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں اکٹھا رکھا ہے اسی طرح اگلے جہان میں جنت میں بھی کپورتھلہ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رکھے گا" (سیرۃ المہدی حصہ سوم)

و محبت کی یہ کیسی لذیذ داستان ہے۔ بلاشبہ ان صحابہ کو ایک خاص امتیاز اور فضیلت کا مقام حاصل تھا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ ایک ممتاز صحابی تھے۔ فاضل تھے۔ عالم باعمل تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ ۱۸۹۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آئینہ کمالات اسلام سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظوم کلام

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

پڑھا تو آپ پر ایک سوز و گداز کی خاص کیفیت طاری ہوئی۔ آنکھوں سے بےاختیار آنسو رواں ہوگئے۔ جب اس منظوم کلام کے آخری شعر پر پہنچے

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

تو آپ کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش ایسے صاحب کرامت بزرگ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقعہ مل جائے۔ حضرت قاضی اکمل صاحبؓ کے والد حضرت مولوی امام الدین صاحبؓ سے دریافت کیا کہ یہ بلند پایہ اور عالی منظوم کلام کس بزرگ کا ہے تو انہوں نے بتایا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص ہے مولوی غلام احمد جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ زندہ ہیں اور قادیان میں موجود ہیں۔ اس پر سب سے پہلا فقرہ جو حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کی زبان پر اس وقت جاری ہوا وہ یہ تھا کہ:

"دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔"

اس کے بعد تواتر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور تصنیفات پڑھنی شروع کر دیں۔ اور یہ حقیقت آپ پر واضح ہوگئی کہ حضور اقدسؑ اپنے دعویٰ مہدویت اور مسیحیت میں صادق ہیں۔ اور مامور من اللہ ہیں۔ بالآخر ۱۸۹۷ء میں ستمبر یا اکتوبر کے مہینہ میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ پھر ۱۸۹۹ء میں قادیان جاکر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مولاناؓ بیان کرتے ہیں۔

"قادیان میں جب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ سے مشرف ہوا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازراہ نصیحت فرمایا کہ نماز کو سنوار کر پڑھنا چاہئے۔ اور مسنونہ دعاؤں کے علاوہ اپنی مادری زبان میں بھی دعا کرنی چاہئے۔"

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں کثرت سے درود شریف اور استغفار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ مجھے ایک عرصہ تک درود اور استغفار کی کثرت کے متعلق خلجان رہا کہ کثرت سے نہ معلوم کتنی تعداد مراد ہے۔ تب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے کشف میں ملے اور میری بیعت لی اور فرمایا کہو استغفراللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ مائۃ مرۃ۔ یعنی سو مرتبہ استغفار پڑھو۔ اس سے مجھے معلوم ہوگیا کہ کثرت سے مراد عام حالات میں کم از کم سو مرتبہ استغفار کا ورد ہے واللہ اعلم بالصواب (حیات قدسی)۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی امتیازی شان ایک بشارت الٰہی سے بھی ظاہر ہے۔ حضرت مولاناؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد ہمایوں میں ایک مرتبہ قادیان مقدس میں حاضر ہوا اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی سے ملاقات ہوئی۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب ان دنوں مہمانخانہ کی بجائے دارالمسیح میں بیت الفکر میں سویا کرتے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے وہاں آنے اور سونے کی دعوت دی۔ ایک رات ۱۱ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ حضرت منشی صاحب تو سو گئے اور میرے دل پر قیامت کا ہولناک تصور ایسے رنگ میں مستولی ہوا کہ میری حالت قوت ضبط سے باہر ہونے لگی۔ وہاں سے اٹھ کر قادیان کے مشرق کی طرف ایک بیری کے درخت کے پاس صبح کی اذان تک روتا رہا۔ اس کے بعد کچھ روز تک اسی طرح قیامت کے ہولناک تصور سے خوفزدہ رہا تو خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک کی دوسری چھت پر بہشتی مقبرہ کی طرف مونہہ کئے ہوئے تشریف فرما ہیں اور حضور کے پاس ایک رجسٹر ہے جس میں جنتی لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ میں حضور اقدس کے پیچھے کھڑا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ نہ معلوم اس رجسٹر میں میرا نام بھی موجود ہے یا نہیں۔ میرا یہ خیال کرنا ہی تھا کہ حضور اقدس نے اس رجسٹر کے اوراق الٹنے شروع کئے یہاں تک کہ ایک صفحہ پر یہ لکھا ہوا میں نے پڑھا:

"مولوی غلام رسول راجیکی"

اور اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

یہ وہ بزرگ صحابی عالم باعمل اور بےبدل خادم دین خوش قسمت انسان جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے یہ امتیاز اور فضیلت حاصل ہوئی کہ اس دنیا میں ایسی بشارت سے نوازے گئے کہ آپ جنتی ہیں۔ جماعت کے احباب، بالخصوص ان سے ملنے جلنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مولاناؓ کی زندگی کا ہر واقعہ خدا نمائی کا ہے آپ متوکل علی اللہ اور ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے آپ کی قبولیت دعا کے بےشمار واقعات ہیں اور حیرت انگیز۔ آپ کا کلام اور خطاب ایک خاص تاثیر رکھتا تھا۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے بارہ میں ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی تھی۔ اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی تھی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ۔ دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔ گذشتہ دنوں میں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا مولوی غلام رسول راجیکی یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک ہندو ان کی منتیں کرکے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہوگی۔"

(خطبہ جمعہ ۸ نومبر ۱۹۴۰ء مطبوعہ الفضل)

حضرت مولاناؓ صاحب کشف و الہام تھے۔ سینکڑوں دعائیں آپ کی قبولیت سے نوازی گئیں۔ ساری زندگی دعوت الی اللہ کے فریضہ کی انجام دہی میں گذار دی۔ یہ انتہائی ایمان افروز داستان ہے جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ محبت فرمانبرداری اور اتباع کامل کی برکت سے نصیب ہوئی۔

استجابت دعا میں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص مقبولیت حاصل تھی۔ کئی ضرورت مندوں اور پریشان حال لوگوں کے لئے آپکی دعا برکت کا باعث اور سکون و طمانیت کا موجب ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کامل سے جو برکتیں اور فیوض آپ کو نصیب ہوئے ان میں سے وسعت علم اور قبولیت دعا کا شرف بالخصوص تھا۔

خدا کرے ان بزرگ صحابہ کی برکت سے ہم سب کو ان کی بےلوث خدمات، والہانہ قربانیوں اور عشق و وفا کی قدروں کو اپنانے اور اپنے کردار سے ان خصائل حسنہ اور کرامات کو زندہ رکھنے کی توفیق ملے۔ آمین۔


کیا ہفتہ وار "الفضل انٹرنیشنل" لندن آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے؟ اور کیا آپ اس کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو آج ہی حسب ذیل پتہ پر رابطہ کرکے اسے اپنے نام لگوالیں

اخبار کا سالانہ چندہ
برائے برطانیہ = ۲۵ پاؤنڈ
برائے یورپ = ۲۷ پاؤنڈ
برائے امریکہ، کینیڈا و دیگر ممالک = ۳۶ پاؤنڈ

رابطہ کے لئے پتہ:
16 Gressenhall Rd.,
London SW18 5QL,
U.K.


## بھارتی عدالت نے مذہب کی بنیاد پر سیاست خلاف قانون قرار دیدی

### وہ ریاستی حکومت جو مذہب اور سیاست کو یکجا کرے برطرفی کی مستحق ہے

نئی دہلی (پی ٹی آئی) بھارتی عدالت کے اس حکم سے کہ وہ ریاستی حکومت جو مذہب اور سیاست کو یکجا کرے گی برطرفی کی مستحق ہے مذہبی بنیاد پرستوں کو دھچکہ لگے گا اور یہ حکم ان کے لئے انتباہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص طور پر وہ سیاسی پارٹیاں جو بتدریج مذہب کو درمیان میں لاکر حمایت حاصل کر رہی تھیں اب پریشانی سے دوچار ہوجائیں گی۔ ۹ ججوں پر مشتمل آئینی بنچ نے جس کی صدارت جسٹس ایس آر پانڈیاں نے کی اسمبلی کی تحلیل کے مقدمے میں قرار دیا کہ ہمارے آئین میں اس بات کی قطعی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی پارٹی بیک وقت سیاسی بھی ہو اور مذہبی بھی ہو۔ آئینی بنچ نے قرار دیا کہ اگر کوئی تنظیم منہ سے نکلے کسی لفظ یا چھپے ہوئے کسی مواد کے ذریعے اس بات کا تاثر دے کہ وہ بیک وقت سیاسی اور مذہبی ہے تو وہ بھی آئین توڑنے کی مرتکب قرار دی جائے گی۔ اور ایسی کسی تنظیم یا جماعت کو سیاست کرنے کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ (روزنامہ جنگ لندن۔ ۱۵ مارچ ۱۹۹۴ء)


ADVERTISE YOUR GOODS
AND SERVICES IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
CONTACT
[illegible]
081 874 89[illegible] 081 87[illegible] 1285

SELF SERVICE
DRY CLEANERS

J & L LAUNDERETTE

159 PARK ROAD
KINGSTON UPON
THAMES

A.Z
ELECTRONICS

18 BROOKWOOD ROAD,
SOUTHFIELDS, LONDON SW18 5PB
NEAREST UNDERGROUND STATION
SOUTHFIELDS - DISTRICT LINE

TEL: 081 877 3492 FAX: 081 877 3518

FOR VIDEO, TELEVISION &
ELECTRONIC SPARES SEMI
CONDUCTORS
REMOTE CONTROLS VIDEO HEADS,
ETC.,

VISA AND ACCESS CARDS ACCEPTED FOR POSTAL DESPATCH

# رمضان المبارک کے شب و روز
# رحمتوں کی برسات

(عطاء المجیب راشد، مبلغ انچارج برطانیہ)

رمضان المبارک کا سید الشہور بے شمار برکتیں اپنے جلو میں لے کر آیا اور ابھی چند روز قبل ہم سے رخصت ہوا ہے۔ رمضان کی روحانی کیفیات کے بارہ میں ہر شخص کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے اور ان کیفیات کا لفظوں میں بیان بہت ہی مشکل بات ہے تاہم تاریخی ریکارڈ کی غرض سے چند امور بیان کرتا ہوں اور یہ کوشش بھی ہے کہ کسی حد تک ان کیفیات لطف و سرور کا تذکرہ بھی قلمبند ہو سکے۔

اس حالیہ رمضان المبارک کے بارہ میں بہترین اور جامع تبصرہ تو وہ ہے جو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ یہ رمضان بہت ہی پر لطف گزرا ہے اور ایسا شاندار رمضان پہلے کبھی نہیں گزرا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تبصرہ بے شمار روحانی کیفیات کو چند لفظوں میں سموئے ہوئے ہے اور رمضان المبارک کے شب و روز کا بہت خوبصورت جامع بیان ہے۔ لاریب رمضان المبارک روحانیت کا موسم بہار ہے اور ایسا بابرکت مہینہ ہے جس میں ہر دن اور ہر رات مومنوں پر رحمتوں کا پیغام لیکر اترتی ہے۔ اس رمضان کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خصوصی امتیاز حاصل رہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اسکی برکتیں موسلا دھار بارش کی طرح برسیں اور سارا رمضان رحمتوں کی اس برسات میں خوب خوب نہلایا گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

ذاتی کیفیات اور تجربات سے ہٹ کر اجتماعی رنگ میں جو برکتیں اور رحمتیں جماعت احمدیہ کے سب افراد پر نازل ہوئیں اور جن کے نتیجہ میں سب احباب جماعت ایک عجیب پر سرور روحانی تجربہ سے گزرے۔ ان کا آغاز رمضان شروع ہوتے ہی ہو گیا۔ ۱۱ فروری ۱۹۹۴ء کو غروب آفتاب کے ساتھ جب رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ قمری کا آغاز ہوا تو مرکز سلسلہ ربوہ کے وقت کے مطابق مغرب کی اذان (جو عملاً رمضان المبارک کی سب سے پہلی اذان تھی) مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (M.T.A.) سے براہ راست لندن سے نشر کی گئی اور یہ اذان دینے والے تھے ہمارے محبوب آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ۔ خلیفہ وقت کی آواز میں اذان کا سننا اور حضور انور کی پر سوز درد انگیز آواز میں اس سے لطف اندوز ہونا یہ اہل ربوہ اور اہل پاکستان کے لئے ایک یادگار تاریخی تجربہ تھا۔

یاد رہے کہ پاکستان کے احمدی ملک کے ظالمانہ سیاہ قانون کی وجہ سے اپنی مساجد میں (جن کو وہ مساجد بھی نہیں کہہ سکتے) اذان دینے اور اس دلکش صدائے توحید کو سننے سے محروم کر دئے گئے ہیں۔ ان کے کان اس شیریں اور ایمان افروز آواز کو سننے کے لئے ترستے ہیں۔ دس سال کے صبر آزما دور سے گزرنے کے بعد خدائے قادر وقیوم نے کس طرح ان بے تاب دلوں کی تسکین کے سامان کئے کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ اب احمدی گھرانوں میں اذان کی آواز گونجی اور مزید لطف یہ ہے کہ رمضان المبارک کا آغاز ہوتے ہی پہلی اذان کی آواز بلند ہوئی تو وہ حضرت امیر المومنین کی پر شوکت اور پر سوز آواز میں تھی جس کو سن کر پاکستان کے طول و عرض میں عشاق کے دل جھوم اٹھے۔ اچانک اپنے گھروں میں حضور انور کی زبان مبارک سے اذان کی آواز سن کر احمدیوں کے دل کی جو کیفیت ہوئی اس کا لفظوں میں بیان ممکن نہیں۔

پہلی اذان سے جس سلسلہ کا آغاز ہوا وہ سارا رمضان جاری رہا اور سارے رمضان میں ہر روز پانچوں وقت پر اذان ایم ٹی اے کے ذریعہ نشر کی جاتی رہی۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل وضاحتی اعلان بھی بار بار نشر ہوتا رہا۔ جس میں اس سارے اہتمام کی حکمت اور پس منظر بیان کیا گیا تھا۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے۔

ناظرین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان کے آغاز سے پہلے یہ ایک بہت ہی اہم اعلان ہے جسے ہم آئندہ بھی بار بار دہراتے رہیں گے۔ توجہ سے سنیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

رمضان مبارک کے آغاز سے انشاء اللہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ باقاعدگی کے ساتھ پانچ نمازوں کے اوقات شروع ہونے پر مسنون اذان میں اللہ کے بندوں کو اس کی عبادت کی طرف بلائے گا۔ لیکن نماز کے اوقات جماعت احمدیہ کے ہیڈ کوارٹر ربوہ کے اوقات کے ساتھ منسلک کئے گئے ہیں ورنہ زمین تو ہر وقت حرکت میں ہے اور ہر لحہ کسی نہ کسی جگہ، کسی نہ کسی نماز کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ ربوہ کی نمازوں کے ساتھ اذان کے وقت کو منسلک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہ مظلوم شہر ہے جس کے احمدی باشندوں کو ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء سے لے کر آج تک ملکی قانون کے ذریعہ جبراً اذان دینے سے روک دیا گیا ہے۔ وہ ظالمانہ قوانین جو آنجہانی ڈکیٹر ضیاء الحق نے جاری کئے تھے اب پاکستان کے قانون کا مستقل حصہ بنا دئے گئے ہیں۔ اس تمام عرصہ میں خصوصیت سے رمضان کے دوران، اہالیان ربوہ کے دل خون ہوتے رہے اور انہوں نے بہت ہی صبر کے ساتھ یہ دکھ برداشت کئے۔ ان کے روزے بھی گھڑیوں پر رکھے جاتے تھے اور گھڑیوں پر ہی کھولے جاتے تھے۔

پس مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ ان مظلومین کے نام پر ان کی دلداری کی خاطر پانچ وقت کی اذانیں ربوہ کے وقت سے منسلک کر کے دے گا۔ یہ بات سن کر دنیا کے اکثر انسان تعجب کریں گے کہ اذان میں جماعت احمدیہ کون سے بھیانک الفاظ استعمال کرتی ہے جس پر قانون اس غضب کے ساتھ حرکت میں آیا ہے۔ اس لئے اس اذان کا ترجمہ بھی ہر اذان کے بعد کیا جائے گا اور رمضان کے دوران یہ دستور اسی طرح جاری رہے گا تاکہ سب دنیا میں بنی نوع انسان کو معلوم ہو کہ پاکستانی علماء کی کن لفظوں کو سن کر دل آزاری ہوتی ہے اور برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی احمدی مسلمان اللہ کی توحید کا نام بلند کرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اعلان کرے۔

یہ اعلان دنیا کی سولہ مختلف زبانوں میں وقتاً فوقتاً کیا جاتا رہا۔ ان زبانوں کے نام یہ ہیں:-

اردو، عربی، انگریزی، بنگالی، فرانسیسی، جرمن، ڈچ، جاپانی، چینی، ہسپانوی، روسی، بوزنین، ہندی، ترکی، سواحیلی اور یوروبا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں یہ اعلان ہوتے رہے اور یہ سلسلہ سارا رمضان جاری رہا۔

۱۲ فروری ۱۹۹۴ء کو رمضان المبارک کا پہلا دن تھا۔ پاکستان کے احباب جب سحری کے لئے بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ایک عجیب فرحت بخش تحفہ سے نوازا۔ ہوا یوں کہ جب انہوں نے سحری کے وقت اپنے ٹیلی ویژن لگائے تو دلوں میں اترتی چلی جانے والی ایک سریلی آواز ان کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ یہ آواز ان کے محبوب آقا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تھی۔ جو دلی محبت و عقیدت سے درود و سلام کے یہ الفاظ پڑھ رہے تھے۔

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
صَلِّ عَلٰی رَفِیقِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
صَلِّ عَلٰی کَرِیمِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
صَلِّ عَلٰی شَفِیعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

یہ وہ مقدس الفاظ تھے جن کی گونج سے قادیان اور ربوہ کے گلی کوچے خوب آشنا ہیں۔ بالخصوص رمضان کے دنوں میں سحری کے وقت چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اپنی پیاری آواز میں یہ الفاظ دہراتے اندھیری گلیوں میں گھومتے اور چکر لگاتے تھے تو ایک عجیب روحانی سماں بندھ جاتا لیکن افسوس کہ حکومت پاکستان کے ظالمانہ قانون نے اہل ربوہ کے اس روحانی سرور پر پہرے بٹھا دئے۔ وہ دس سال تک ان لذت بخش ساعتوں سے محروم کئے گئے۔ لیکن خدائے ذوالجلال والاکرام کے کام نرالے ہیں۔ دیکھو اس نے کیسے ان کو شاد کام کیا۔ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اپنے فضل و کرم سے مواصلاتی نظام (ایم۔ ٹی۔ اے) کی صورت میں عطا فرمایا تو حضور انور نے اہل پاکستان کو ساری روحانی خوشیاں مہیا کرنے کا نظام جاری فرما دیا۔ حضور انور کی پیاری آواز میں سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دورد و سلام کا یہ نذرانہ ہر روز سحری کے وقت باقاعدگی سے نشر ہوتا رہا اور اس طرح ربوہ ہی نہیں بلکہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے سب احمدی گھرانوں کے در و دیوار ان بابرکت کلمات سے گونج اٹھے اور سحری کے وقت وہی پرانا سماں عود کر آیا۔ سحری کے اوقات میں حضور انور کی زبان مبارک میں مندرجہ ذیل نذرانہ عقیدت بھی بڑے ہی محبت بھرے انداز میں سنایا جاتا رہا اور قلب و روح میں ارتعاش پیدا کرتا رہا۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

سالہائے گذشتہ میں یہ طریق رہا ہے کہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل حضور انور کی خدمت میں جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے یہ درخواست کی جاتی تھی کہ حضور انور رمضان المبارک میں آنے والے سب اختتام ہفتہ کے دنوں میں (یعنی ہفتہ اتوار کو) درس القرآن بیان فرمائیں۔ چنانچہ حضور انور یہ درخواست منظور فرماتے ہوئے ہر ہفتہ اور اتوار کو یہ درس القرآن بیان فرماتے رہے۔ یہ درس القرآن انگریزی میں ہوا کرتا تھا اور ابتدائی چار سال تک ہر سال سورہ فاتحہ کا ایک نئے دلربا انداز میں درس بیان فرمانے کے بعد حضور انور نے سورہ آل عمران سے درس کا آغاز فرمایا کیونکہ اس حصہ کی تفسیر حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر میں نہیں تھی اور حضور انور کا منشا مبارک یہ ہے کہ جو حصے تفسیر کبیر میں نہیں آ سکے آہستہ آہستہ ان حصوں کی تفسیر بیان ہو جائے۔ گذشتہ سال جب مواصلاتی سہولت کی وجہ سے اس درس القرآن کے براہ راست سامعین کا دائرہ جرمنی، پاکستان، ہندوستان اور دیگر ممالک تک ممتد ہو گیا تو مجموعی طور پر اردو دان سامعین کی کثرت ہونے کی وجہ سے حضور انور نے یہ درس اردو میں بیان فرمانا شروع فرمایا جبکہ انگریزی اور عربی میں رواں ترجمہ بھی ساتھ ساتھ نشر کیا جاتا تھا۔

امسال جب حسب سابق ہر ہفتہ اور اتوار کو درس القرآن بیان فرمانے کی درخواست کی گئی تو حضور انور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ درس القرآن جمعہ کے دن کے علاوہ روزانہ ہوا کرے گا اور یہ درس ایم ٹی اے کے ذریعہ نشر ہوا کرے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ساری جماعت کے لئے قادیان اور بھارت جیسی بابرکت صورت پیدا فرما دی بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر کیونکہ قادیان اور ربوہ میں تو مختلف علماء کرام یہ درس دیا کرتے تھے اور آخر میں مختصر درس القرآن کے بعد اجتماعی دعا حضرت خلیفة المسیح کروایا کرتے تھے اور یہاں تو یہ نعمت اس انداز میں جماعت کو عطا ہوئی کہ ہر روز حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے یہ درس سننے کا موقع ملا۔ ہر بدھ اور اتوار کو درس القرآن کا وقت دن کے پونے بارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک تھا اور باقی دنوں میں صبح گیارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر میں درس القرآن کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ صرف ایک روز (۷ مارچ کو) مواصلاتی نظام میں خرابی کی وجہ سے حضور انور نے درس القرآن بیان نہیں فرمایا۔ امسال حضور انور نے درس القرآن کا آغاز سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۸ سے فرمایا اور آیت نمبر ۱۷۹ تک درس القرآن بیان فرمایا۔

یہ درس القرآن کیا تھا اور سننے والوں کی کیفیت کیا ہوتی تھی؟ یہ ایسے امور ہیں جن کو بیان کرنا کچھ آسان نہیں۔ فی الجملہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ درس القرآن کا یہ سلسلہ حضور انور کے خداداد فہم قرآن اور دلکش طرز بیان کا ایک ایمان افروز شاہکار تھا۔ ہر روز درس کے روز درس کے آغاز میں حضور چند آیات کی تلاوت فرماتے اور پھر زیر نظر آیت کے اہم الفاظ کے لغوی معانی بیان کرنے کے بعد جب اس کی تفسیر میں داخل


Kenssy

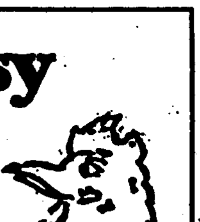

Fried Chicken

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

ہوتے تو تفسیر قرآن کا حسن سننے سے تعلق رکھتا تھا۔ آیات قرآنی کے چند الفاظ میں پوشیدہ روحانی اور علمی مضامین کو اس خوبصورتی سے اجاگر فرماتے کہ معانی کا ایک جہان روشن ہو جاتا اور سننے والوں پر نئے سے نئے مطالب اور باریک در باریک معارف آشکار ہوتے چلے جاتے۔

قرآن کریم کی عظمت کے بیان کے ساتھ ساتھ اس کی حرمت اور تقدس اور صداقت کا دفاع بھی ایک عجیب شان رکھتا تھا۔ مستشرقین نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے بڑی چالاکی اور عیاری سے جگہ جگہ نیش زنی کی ہے اور قرآن مجید اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس کردار پر شرمناک حملے کئے ہیں۔ حضور انور نے مخالفین کے ان سب حملوں اور اعتراضوں کو ایک ایک کر کے لیا اور تاریخی حقائق و شواہد اور عقلی دلائل سے ان کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ یہ دفاعی جہاد بہت ہی عظیم الشان تھا۔ حضور کا طریق یہ تھا کہ پہلے غیر مسلم مستشرقین کے اصل حوالہ جات کو پیش کر کے ان کے اعتراضات کے سب پہلوؤں کو اور ان کے دیئے گئے مزعومہ دلائل یا قرائن کو خوب کھول کر بیان فرماتے اور پھر ان کی ہر دلیل کا نہایت مدلل اور تفصیلی جواب اس شان سے بیان فرماتے کہ اعتراضات کی دھجیاں بکھر کر رہ جاتیں اور کوئی پہلو تشنہ بیان نہ رہتا۔ اسی تفصیلی بیان کی وجہ سے بعض اوقات ایک ایک آیت کی تفسیر پر اور اعتراضات کے جواب میں ایک ایک دن یا اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا۔ خاص طور پر حضور انور نے جن مستشرقین کے بیانات کو زیر نظر رکھا ان میں Bell, Sale, Wherry اور منٹگمری واٹ تھے۔ حضور انور نے ان نام نہاد علمائے اسلام کے حقیقی پس منظر مذموم مقاصد اور طریق واردات کو بھی خوب خوب بے نقاب کیا۔

اس کے علاوہ ایک شیعہ مفسر قرآن میر احمد علی صاحب کے خیالات کا بھی حضور انور نے بھرپور تنقیدی جائزہ لیا۔ اس شیعہ مفسر نے جگہ جگہ اہل بیت کے حق میں غلو سے کام لیتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان اقدس میں بھیانک گستاخیوں کا ارتکاب کیا ہے اور انہی حوالہ جات کو لے کر غیر مسلم مصنفین اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہے ہیں۔ حضور انور نے میر احمد علی صاحب کے ان ظالمانہ بیانات کا ایک ایک کر کے تفصیلی جائزہ لیا اور عقلی اور نقلی دلائل سے ان کا باطل ہونا ثابت کیا۔ اس ضمن میں عمومی طور پر شیعہ مسلک کے بارہ میں ایسی سیر حاصل تحقیقی بحثیں اٹھائیں جو مستقل افادیت کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ بعض دوستوں نے اس پر بہت عمدہ تبصرہ کیا کہ شیعوں کا حساب خوب چکایا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ خیالات کی حقیقت اور اصلیت کو پوری طرح طشت از بام کر دیا گیا ہے۔

درس القرآن کا ایک نامکمل خاکہ تو میں نے بیان کر دیا ہے لیکن اس حقیقت کے بیان کرنے سے رک نہیں سکتا کہ ان درسوں کا اصل مزا ان کو براہ راست پوری توجہ سے سننے میں ہے اور جن احباب کو اکناف عالم میں یہ درس سننے کا موقع ملا وہ اس بات کی برملا تائید کریں گے کہ یقینا ایک روحانی اور علمی مائدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے حضور انور کے توسط سے عطا فرمایا۔ مادی کھانے بھی ڈشوں میں تقسیم ہوتے ہیں اور عجیب حسن توارد ہے کہ یہ روحانی مائدہ بھی (خطبات جمعہ کی طرح) ساری دنیا میں ڈش انٹینا کے ذریعہ تقسیم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ عالمگیر فیض رسانی کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہیگا۔

درس القرآن کے ضمن میں اس کیفیت کا بیان بھی ضروری ہے کہ اس پر معارف درس القرآن کو سن کر جہاں ایک طرف علمی اور روحانی تسکین نصیب ہوتی تھی وہاں مزید کی جستجو اور تشنگی بھی بڑھتی جاتی اور ہر روز کا درس مکمل ہونے کے بعد اگلے روز کا انتظار شروع ہو جاتا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہی کیفیت ساری دنیا کے ناظرین اور سامعین کی ہوگی۔ یہاں لندن میں اس بات کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ ہفتہ اور اتوار کے دنوں میں تو حاضری غیر معمولی ہوتی۔ باقی دنوں میں بھی رخصت نہ ہونے کے باوجود جن دوستوں کے لئے بن پڑتا وہ کشاں کشاں مسجد کی طرف کھنچے چلے آتے یا اپنی اپنی جگہوں پر ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ ان درسوں سے استفادہ کرتے۔ بعض نوجوان اور بچے بہت باقاعدگی سے آتے اور سارا وقت پوری توجہ اور انہماک سے درس القرآن سنتے۔ انگلستان کی اکثر جماعتوں میں تو یہ طریق جاری رہا کہ ہفتہ اور اتوار کو تو احباب براہ راست اسی وقت سنتے اور باقی دنوں میں کام پر ہونے کی وجہ سے یہ انتظام کیا جاتا کہ درس ریکارڈ کر لیا جائے اور اس روز شام کو سنا دیا جائے۔

درس القرآن کی یہ بہار سارا مہینہ جاری رہی اور ترجمہ کے وسیع نظام کی برکت سے ساری دنیا میں احباب نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ حضور انور یہ درس القرآن اردو میں بیان فرماتے اور اس کا ساتھ کے ساتھ رواں ترجمہ سات مختلف زبانوں میں نشر کیا جاتا تھا۔ اس انتظام کی کسی قدر تفصیل یہ ہے کہ عربی ترجمہ مکرم عبدالمومن صاحب طاہر، انگریزی ترجمہ مکرمہ حامدہ فاروقی صاحبہ اور ترکی ترجمہ مکرم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب باقاعدگی سے پیش کرتے رہے۔ فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرنے کی خدمت مکرم عبادہ بربوش صاحب اور مکرمہ منصورہ شریف صاحبہ نے مل کر سرانجام دی۔ جرمن زبان میں ترجمہ ابتدائی چند روز مکرم نوید حمید صاحب نے کیا اس کے بعد مستقل طور پر یہ خدمت مکرم عبدالباسط طارق صاحب سر انجام دی۔ روسی زبان میں ترجمہ کی سعادت مکرمہ مسز نعیم شاہ صاحبہ اور مکرم راویل بخاریو صاحب کے حصہ میں آئی۔ جبکہ بوسنین زبان میں ترجمہ نیرما فلیوچ صاحبہ اور ایک اور بوسنین خاتون نے کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ترجمہ کے اس نظام کی وجہ سے درس القرآن کی افادیت کا دائرہ غیر معمولی طور پر وسیع ہو گیا اور "ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی" کا الہام ایک نئی شان سے پورا ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

جمعہ کے روز درس القرآن نہیں ہوتا تھا لیکن ہر جمعہ کا خطبہ جمعہ بھی ایک طرح سے درس القرآن ہی کا رنگ رکھتا تھا۔ کیونکہ حضور انور نے رمضان المبارک میں یہ طریق جاری رکھا کہ ہر خطبہ جمعہ کی ابتداء میں رمضان اور اس کے مسائل سے متعلق بعض آیات کی تلاوت فرماتے اور پھر سارا خطبہ ان آیات کی تفسیر پر مشتمل ہوتا۔ حضور انور کے ان خطبات جمعہ پر بھی رمضان المبارک کی خاص روحانی کیفیات کا رنگ بہت نمایاں تھا۔

ایک اور عظیم الشان توارد جس نے اس رمضان المبارک کو غیر معمولی برکتوں والا رمضان بنا دیا وہ یہ ہے کہ پورے ایک سو سال قبل رمضان المبارک کے مہینہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت کے دو عظیم الشان آسمانی نشانات ظاہر ہوئے تھے۔ ۱۸۹۴ء کے رمضان میں ظاہر ہونے والے کسوف خسوف کے نشانات کو اس گزشتہ رمضان المبارک میں پورے ایک سو سال ہو گئے۔ اور عجیب تصرف الٰہی ہے کہ سو سال کے بعد اس رمضان المبارک میں جب چاند اور سورج گرہن کی مقررہ تاریخیں آئیں تو اس روز وہی دن تھے جو ۱۸۹۴ء میں تھے یعنی علی الترتیب بدھ اور جمعۃ المبارک کے دن۔ یہ بات بھی صاحبان نظر کے لئے ایک نشان سے کم نہیں۔ اسی مناسبت سے حضور انور نے ۱۹۹۴ء کو آسمانی گواہیوں کا سال قرار دیا اور مرکزی ہدایات کے مطابق ساری دنیا کی جماعتیں اس سارے سال میں ان عظیم نشانات کو بار بار اہل دنیا کے سامنے پیش کرنے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں۔ اس دور کے احمدیوں کے دل خوشی و مسرت سے سرشار ہیں کہ اگرچہ وہ ۱۸۹۴ء میں اس نشانات کو بچشم خود نہ دیکھ سکے لیکن اس رمضان کو تو پالیا جس میں ایک سو سال قبل یہ تاریخ ساز نشانات ہدایت ظاہر ہوئے تھے۔ گویا اس رمضان میں داخل ہوتے ہی ایک سو سال پہلے کی تاریخ دہرائی گئی اور اسی لذت و سرور کو انہوں نے اپنے نفوس میں جاری و ساری پایا۔ اس خوش بختی پر سب دنیا کے احمدی سجدات شکر بجالائے کہ آسمانی نشانوں کی جوبلی کا رمضان المبارک پالیا۔ جبکہ آسمانی تائید کا ایک اور نشان ایم۔ ٹی۔ اے کی صورت میں اس فیض کو ساری دنیا میں عام کر رہا ہے۔ لیکن احمدیت کے مخالفین کو ان ایمان افروز واقعات سے کیا سروکار۔ وہ تو احمدیت کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ یہ خدائی نشانات جو احمدیت کی تائید میں آسمانوں میں ظاہر ہو رہے ہیں اور اہل دنیا کو ہدایت کی طرف بلا رہے ہیں۔ یہ نشانات تو ان حاسدوں کے سینہ پر سانپ بن کر لوٹنے لگتے ہیں۔ اس بار بھی ان ظالموں نے اپنی افسوسناک روایت نہیں توڑی۔ اہل ربوہ نے چاہا کہ ان آسمانی نشانوں کے ظہور کی جوبلی پر اس بات کی خوشی منائی جائے کہ ہمارے آقا و مولیٰ، صادق و مصدوق، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کس شان سے پوری ہوئی ہے۔ انہوں نے ربوہ کی مساجد پر اور اپنے گھروں پر چراغاں کرنے کا پروگرام بنایا لیکن یہ معصوم ادائے تشکر ان ظالموں کو نہ بھائی جو دن رات موتوا بغیظکم کی کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ حکومت کا قانون فوری طور پر حرکت میں آیا اور ربوہ کے احمدیوں کو قانونا چراغاں کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور ایک جائز حق سے محروم کر دیا گیا۔ صابر و شاکر اور امن پسند احمدیوں کے دل خون تو ہوئے لیکن بہر صورت قانون کی پابندی کی۔

یہ اندوھناک خبر جب لندن میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پہنچی تو ۱۳ رمضان المبارک بعد دوپہر چار بجے کا وقت تھا۔ حضور انور نے جماعت احمدیہ برطانیہ کو ارشاد فرمایا کہ فوری طور پر اہل ربوہ کی طرف سے مسجد فضل لندن میں چراغاں کا انتظام کیا جائے اور پھر یہ چراغاں ایم۔ ٹی اے کے ذریعہ ساری دنیا کو دکھایا جائے۔ ارشاد کی تعمیل میں ہر خورد و کلاں متحرک ہو گیا اور نماز عشاء کی ادائیگی کے لئے حضور انور تشریف لائے تو مسجد فضل لندن کو برقی قمقموں سے بقعہ نور دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتما اٹھا۔ اس خوشی کے پیچھے ان اہل ربوہ کی دلداری کا جذبہ کار فرما تھا جن کی خوشیوں پر ظالموں نے پہرے بٹھا رکھے تھے۔ نماز تراویح سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد کی تعمیل میں مسجد فضل لندن کے سامنے ایک خصوصی پروگرام ریکارڈ کیا گیا جس میں اس عاجز نے اس چراغاں کا پس منظر بیان کیا اور بتایا کہ جن چراغوں کو ظالمانہ قانون نے گل کر دیا ان کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی توجہ سے کیا ایمان افروز سامان مہیا فرمائے ہیں کہ آج اہل ربوہ کی طرف سے یہ شاندار چراغاں ساری دنیا کو دکھایا جا رہا ہے۔ کون ہے جو اہل ربوہ کی خوشیاں چھین سکے اور اس شمع نور کو بجھا سکے جو آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر احمدی کے سینہ میں فروزاں ہے۔ کون ہے جو حق و صداقت کے نور کو دنیا میں پھیلنے سے روک سکے؟ ۔ اس ایمان افروز پروگرام کے موقعہ پر احباب جماعت کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ بے اختیار نعروں نے رات کے سکوت میں ارتعاش پیدا کر دیا اور یہ ساری کیفیت اگلے روز ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیل گئی!

یہ ۱۳ رمضان المبارک کی بات تھی جو چاند گرہن کی جوبلی کی رات تھی۔ اس کے بعد ۲۸ رمضان کا دن آیا جو سورج گرہن کی جوبلی کا دن تھا تو اس روز بھی ایک بار پھر اہل ربوہ کو خوشیاں منانے کے جائز حق سے جبراً محروم کر دیا گیا۔ ظالم قانون نے چاہا کہ کسی طرح اس عظیم نشان صداقت کو دبایا اور چھپایا جا سکے لیکن خدائی تقدیر تاریکی کے فرزندوں کی ان جاہلانہ کوششوں پر ہنس رہی تھی حضور انور نے کیا خوب فیصلہ فرمایا۔ آپ نے ایم۔ ٹی اے کو ہدایت فرمائی کہ فوری طور پر کسوف خسوف کے بارہ میں ایک دستاویزی پروگرام بنایا جائے۔ اس عظیم پیش گوئی کے پورا ہونے کی جوبلی کی مناسبت سے حمد و ثناء کے ترانے گائے جائیں اور ساری دنیا کو بتایا جائے کہ ان نشانات کی عظمت کیا ہے۔ یہ گویا جواب ہوگا ان ظالمانہ کوششوں کا جن کے نتیجہ میں ان نشانات کی اشاعت پر اور ان کی خوشی منانے پر ایک بار پھر قدغن عاید کر دی گئی ہے۔ ارشاد کی تعمیل میں راتوں رات ایک دستاویزی پروگرام تیار کیا گیا جس میں خاکسار کے علاوہ مکرم نصیر احمد صاحب قمر، مکرم صفدر حسین صاحب عباسی اور مکرم منیرالدین صاحب شمس نے حصہ لیا اور متعدد احمدی بچوں اور بچیوں نے مختلف ترانے پڑھے۔ مسلم ٹی وی احمدیہ نے یہ خصوصی پروگرام اگلے روز ساری دنیا کو دکھایا۔ مخالفین احمدیت تو چاہتے ہیں کہ ربوہ کے در و دیوار بھی ان نشانات سے نا آشنا رہیں اور خدائی تقدیر نے جو ہر آن احمدیت کے حق میں ہر جگہ کار فرما ہے ان کا تذکرہ ساری دنیا میں پھیلا دیا۔

عدو شر بر انگیزد کہ خیر ما در آں باشد

کسوف و خسوف کے نشانات کی جوبلی نے اس رمضان المبارک کو اور اس کی روحانی کیفیات کو واقعی چار چاند لگا دئے۔ نشان تو چاند اور سورج کے گہنائے جانے کا ہے لیکن ان کے عالمگیر تذکرہ نے لاکھوں دلوں کو نور ایمان سے منور کر دیا۔

جہاں تک مسجد فضل لندن میں رمضان المبارک کے دوران دیگر سرگرمیوں کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سارا مہینہ دینی پروگراموں کی گہما گہمی میں بسر ہوا۔ حضور انور حسب معمول پانچوں نمازوں کی امامت کے لئے بروقت مسجد تشریف لاتے رہے۔ احباب جماعت اور خواتین بھی بہت ذوق شوق سے بکثرت نمازوں میں شامل ہوتے رہے۔ خاص طور پر نماز فجر کے وقت احباب و خواتین کی آمد کا منظر بہت پر لطف ہوتا تھا۔ فجر کی نماز اختتام سحری کے بیس منٹ بعد ہوتی تھی اور جوں جوں نماز کا وقت قریب آتا احباب و خواتین جوق در جوق مسجد آنے لگتے۔ ایک لائن لگ جاتی۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ ہوتے اور سب مل کر ایک خاص جذب و شوق کی کیفیت میں نماز ادا کرتے۔ صبح کی نماز میں حضور انور کی تلاوت قرآن کا بھی ایک خاص انداز ہوتا جس کو سن کر طبیعتوں پر خاص اثر ہوتا۔ نماز فجر کے بعد یہ عاجز ریاض الصالحین سے انگریزی میں درس حدیث دیتا جس میں قریباً سب احباب و خواتین شامل ہوتے۔ انگریزی دان نوجوانوں کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں سننے کا یہ خاص موقعہ ہوتا۔ ہر روز نماز ظہر سے پہلے حضور انور کے درس القرآن کی بہار آتی۔ افطار کے ٹھیک دس منٹ بعد مغرب کی نماز ادا کی جاتی۔ نماز عشاء کے بعد نماز تراویح میں احباب و خواتین کثیر تعداد میں شامل ہوتے۔ امسال مکرم حافظ رشید اختر صاحب، مکرم چوہدری محمد شریف اشرف صاحب، مکرم مبارک احمد صاحب شاہد اور مکرم محمود اللہ خان صاحب نے نماز تراویح پڑھانے کی سعادت حاصل کی۔ رمضان کے آخری عشرہ میں ۱۶ مردوں اور ۱۱ خواتین نے علی الترتیب مسجد فضل لندن میں اور ملحقہ نصرت ہال میں اعتکاف کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم ملک خلیل الرحمٰن صاحب امیر المعتکفین اور مکرمہ آمنہ صدیقہ منان صاحبہ صدر معتکفات تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب اعتکاف کرنے والے افراد نے رمضان کا آخری عشرہ مخلصانہ عبادات اور ذکر الٰہی میں گزارا۔ اعتکاف کرنے والوں میں ہمارے ایک انگریز نو احمدی مسلمان بھائی مکرم نثار رٹکلف Nisaar Ratcliffe بھی تھے جنہوں نے .M. T. A کے ایک پروگرام میں انٹرویو دیتے ہوئے اپنے روحانی تجربات بیان کئے۔ ان کے تجربات کا نچوڑ یہ بات تھی کہ اس اعتکاف کے نتیجہ میں میں اب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب پاتا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابھی سے مرا نام اگلے سال کے لئے اعتکاف کی فہرست میں لکھ لیا جائے۔ اعتکاف کے آخری روز حضور انور نے جملہ معتکفین اور معتکفات کو علی الترتیب مسجد فضل اور نصرت ہال میں الگ الگ تفصیلی ملاقات سے نوازا اور ان کے روحانی تجربات کی کیفیات معلوم فرمائیں۔

اور بالآخر وہ دن آگیا جو رمضان المبارک میں جاری درس القرآن کا آخری دن تھا۔ ۱۲ مارچ کو حضور انور نے سابقہ روایت کے مطابق آخری تین سورتوں کا درس القران بیان فرمایا۔ اگرچہ ہر سال انہی تین سورتوں کا درس دیا جاتا ہے لیکن حضور انور کے خداداد فہم قرآن کا کمال ہے کہ ہر سال کی طرح امسال بھی حضور انور نے ان تین سورتوں کے نئے مطالب پر روشنی ڈالی۔ سورہ فلق کی تفسیر فرماتے ہوئے حضور انور نے ظلمات اور اندھیروں کی بہت لطیف وضاحت فرمائی جو بار بار سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ درس القرآن کے آخر میں حضور انور نے مختلف دعاؤں کی تحریک اور یاد دہانی فرمائی۔ حضور یہ ذکر فرمارہے تھے اور سب حاضرین (جن میں اکناف عالم میں پھیلے ہوئے لاکھوں احمدی شامل تھے) زیر لب دعا کرتے جارہے تھے۔ دعا کا ایک خاص ماحول بنتا جارہا تھا۔ آخر میں جب حضور انور نے اجتماعی دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے تو سب ہاتھ ایک ساتھ اٹھ گئے اور لاکھوں دل بیک وقت آستانہ الٰہی پر سجدہ ریز ہو گئے۔ عجیب وارفتگی کا عالم تھا اور مسجد فضل لندن میں عجیب گریہ و زاری کا منظر تھا۔ یقیناً یہی کیفیت ساری دنیا میں پھیلے ہوئے روحانی اجتماعات کی ہوگی کہ وہ سب بھی تو ایک روحانی برقی رو سے منسلک تھے۔ بڑی پر سوز دعا ہوئی۔ خدا کرے کہ سب دعائیں شرف قبولیت پائیں۔ یہ دعائیہ تقریب رمضان کی آخری اجتماعی تقریب تھی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی برسات گویا اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ یہ رمضان رحمتوں کے بے پناہ جلوے لے کر آیا اور ہر ایک کو اس کے ظرف اور کوشش کے مطابق لازوال نعمتوں سے مالا مال کر گیا۔

رمضان المبارک میں ہونے والی رحمتوں کی اس برسات کے سلسلہ میں یہ ذکر بھی لازم ہے کہ احمدیہ مسلم ٹیلی ویژن نے رمضان کی ان برکات کو ساری دنیا میں پھیلانے اور سات سمندر پار کے احمدیوں کو بھی ان روحانی تجربات میں شریک کرنے میں ایک تاریخ ساز اور یادگار کردار ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے جسوال برادران کو اور ان کے سب رفقاء کار کو جنہوں نے واقعی رات دن ایک کر کے سارا مہینہ یہ سارے پروگرام نشر کرنے کا اہتمام کیا اور دور دراز کے احمدیوں کو اپنے محبوب آقا کے اس قدر قریب کر دیا کہ گویا وہ اپنے آقا کے قدموں میں بیٹھے رحمتوں کی اس برسات میں نہا رہے ہیں۔ لاریب ایم۔ ٹی۔ اے نے رمضان المبارک کی برکات اور رحمتوں کی برسات کو عالمگیر بنا کر ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمتوں کی اس برسات کا روحانی فیض سارا سال جاری و ساری رکھے حتیٰ کہ اگلا رمضان المبارک آجائے اور ایک برسات دوسری برسات سے مل جائے جو اپنی کیفیت اور کمیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ترقی پذیر رہے آمین۔

## وہ کبھی نہیں مرے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"صاحبزادہ عبداللطیف کا واقعہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ بیوی بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہ ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا۔ مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا"۔

حسن کی شوخ اداؤں پہ ہنسی آتی ہے
اپنی معصوم وفاؤں پہ ہنسی آتی ہے

لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی ہے
روٹھی روٹھی سی فضاؤں پہ ہنسی آتی ہے

اک بلا بن کے نشیمن پہ مرے اٹھی ہیں
برق بردوش گھٹاؤں پہ ہنسی آتی ہے

میں تو روتا ہوں در یار پہ رحمت کیلئے
اور انہیں میری دعاؤں پہ ہنسی آتی ہے

کلمہ پڑھتا ہوں تو جیلوں کی ہوا کھاتا ہوں
ایسی نازیب سزاؤں پہ ہنسی آتی ہے

شمع اسلام تو روشن ہے، رہے گی روشن
کفر کی تند ہواؤں پہ ہنسی آتی ہے

تیرہ و تار رہیں میرے وطن کی گلیاں
عہد حاضر کی ضیاؤں پہ ہنسی آتی ہے

ہم تو ہر آگ سے بے خوف گزر جاتے ہیں
ان کو ہم آبلہ پاؤں پہ ہنسی آتی ہے

جس کی آزاد فضاؤں میں بھی دم گھٹتا ہے
ایسی بستی کی فضاؤں پہ ہنسی آتی ہے

ان کی رحمت کی نظر دیکھ کے شرماتا ہوں
اور مجھے اپنی خطاؤں پہ ہنسی آتی ہے

عدل و انصاف کہاں ڈھونڈ رہے ہو احسن
شہر کے فرمانرواؤں پہ ہنسی آتی ہے

(سید احسن اسماعیل صدیقی)

SCL

**DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES**
**DIRECT TO THE PUBLIC**

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY-LONDON ISSN: 1352 9587 TELEPHONE NO. 081-870 8517 FAX NO. 081-870 1095

## ندائے امروز

## جدید ذرائع ابلاغ اور دعوت دین کے امکانات

اسلام ایک ہمہ گیر اور ترقی پسند دین ہے۔ اس میں عیسائیت کی اس جامد اور راہبانہ پاپائیت کا کوئی شائبہ بھی نہیں پایا جاتا جس نے پچھلی دو صدیوں کے دوران میں مغرب میں قدم قدم پر سائنس کی ترقی کو روکنے کے لئے محاذ آرائی کی اور آخر کار منہ کی کھائی۔ اسلام کی اس ترقی پسندی کے باوجود ہمارے مذہبی طبقے میں پاپائیت کے جراثیم بہر حال پائے جاتے ہیں۔ اپنی اس پاپائیت یا ملائیت کی وجہ سے ہمارے اہل مذہب نے ابلاغ کے جدید ذرائع کی بالعموم مذمت کی ہے۔ اسی قدامت پرستانہ رویہ کا ایک مظہر ہر سال رائے ونڈ میں تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ ان کے "بزرگوں" کی تقریریں تو لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سامعین تک پہنچائی جاتی ہیں۔ لیکن نماز کی امامت کے دوران لاؤڈ سپیکر کا استعمال نہیں کیا جاتا اور لاکھوں کے اجتماع کے لئے بکروں کا اہتمام "شرعی فریضہ" سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

ریڈیو، ٹیلیویژن اور ویڈیو کے خلاف بھی علماء کرام کی صدائے احتجاج بہت بلند آہنگ ہوتی ہے۔ ان کا احتجاج اس اعتبار سے تو بہر حال وزن رکھتا ہے کہ ان ذرائع کو بالعموم تفریح سے بڑھ کر اخلاق سوز کاموں کی ترویج کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ احتجاج ان پر پیش کئے جانے والے غلط کاموں کی بجائے خود ان ذرائع کے استعمال کی مذمت کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اس کا منفی پہلو تکلیف دہ حد تک نمایاں ہو جاتا ہے۔

دین کے علمبردار اگر ان ذرائع کی مذمت کرنے کی بجائے انہیں دعوت دین کی ترویج و اشاعت کے لئے استعمال کریں تو ان کے غلط اور مخرب اخلاق استعمال کے مضر اثرات کا موثر طور پر ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

ہمارا مذہبی طبقہ اگرچہ "جماعت احمدیہ" کو دین کا دشمن اور غیر مسلم سمجھتا ہے لیکن اسی جماعت نے قرآن کے پیغام کو پوری دنیا تک پہنچانے کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی مثال قائم کر دی ہے۔ اس دفعہ جماعت احمدیہ کے سالانہ اجتماع سے جماعت کے سربراہ نے جو خطاب کیا وہ جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی ایک عمدہ مثال ہے کہ مرزا طاہر احمد کا خطاب ماریشس سے سیٹلائٹ کے ذریعے پانچ براعظموں میں دیکھا اور سنا گیا۔

ہمارا مذہبی طبقہ جس نے بالعموم جدید ذرائع ابلاغ کے مثبت استعمال کی طرف کبھی توجہ نہیں کی جماعت احمدیہ کی طرف سے ان ذرائع کے استعمال سے سبق سیکھنے کی بجائے اب اس نے حکومت سے یہ مطالبہ کرنا شروع کیا ہے کہ احمدیوں کو ڈش انٹینا کے استعمال سے روکا جائے۔ یہ مطالبہ بجائے خود اتنا احمقانہ مطالبہ ہے کہ حکومت کے لئے اس کا پورا کرنا عملی اعتبار سے بھی ناممکن ہے۔ لیکن مطالبہ کرنے والوں کو سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔

ہم تمام مذہبی عناصر سے گذارش کرتے ہیں کہ احمدی آپ کے نزدیک کافر ہی سہی لیکن نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں کہ "فراست مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں سے ملے حاصل کرو" جماعت احمدیہ کے اس عالمی تبلیغی پروگرام سے سبق حاصل کریں۔ اپنے وسائل اور صلاحیتیں فضول اور مفسدانہ کاموں میں ضائع کرنے کی بجائے جدید ذرائع ابلاغ کو دین کی تبلیغ کے لئے استعمال کرنے کی طرف توجہ دیں۔ سائنس نے دعوت دین کی ترویج کے لئے پوری دنیا کو آپ کے لئے سمیٹ دیا ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ ان مواقع اور امکانات سے فائدہ اٹھائیں۔ محض مطالبوں اور احتجاجوں سے تو دین کی سربلندی ممکن نظر نہیں آتی۔

(بشکریہ ہفت روزہ مہارت لاہور، جلد ۴ شمارہ ۲، ۲۸ جنوری تا ۳ فروری ۱۹۹۴ء صہ ۵)

## تمنائے ملت

اٹھو کھل گئے آسماں کے دریچے
سنو آگیا وہ مسیحائے ثانی
وہ طور و حرا کی اداؤں کا محرم
وہ عہد محبت کی زندہ نشانی
وہ برج طریقت کا ماہ منور
وہ درج حقیقت کا لعل یمانی
وہ اقوام عالم کا موعود رہبر
وہ اقلیم تقویٰ کا صاحب قرانی
وہ محبوب یزداں تمنائے ملت
وہ شاہ جہاں احمدؑ قادیانی

(مصلح الدین احمد راجیکی مرحوم)

## ایم ٹی اے کی روزانہ نشریات پر جذبات تشکر

مکرمہ فرحت الہ دین صاحبہ سکندر آباد بھارت سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھتی ہیں:

...... پہلے تو ہر جمعہ کا بڑی شدت سے انتظار رہتا تھا اور پیارے آقا کے دیدار و گفتار سے محظوظ ہوتے تھے۔ اب ۷ جنوری ۹۴ء سے تو گویا ہمارے لئے روز ہی عید کا سا سماں بندھنے لگا۔ اور ہمارے دلوں کی کلیاں کھل اٹھی ہیں جبکہ روزانہ شام کو ہمارے پیارے اور مشفق آقا ہمارے مہمان ہوتے ہیں۔ ساری کلفتیں اور تلخیاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضور پر نور کے دیدار سے اور حضور کے خطاب سے تو دل گونہ خوشی پاتا ہے۔ کیا خدا کی شان ہے کہ ہزاروں میل دور بیٹھے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے جیسے کمزور بندوں کے لئے یہ سامان پیدا کر دئے۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔

اب اس احمدیہ ٹیلیویژن کے پروگرام دیکھ لینے کے بعد دوسرے ٹی وی کے کوئی پروگرام اچھے نہیں لگتے۔ مجھے تو یہ احمدیہ ٹی وی دیکھ لینے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس عریاں اور فحش دنیا کے درمیان ایک خوبصورت و خوشنما فرشتوں کا دربار لگا ہے اور تھوڑے وقت کے لئے ہم سب بھی آپ کے ساتھ ہیں اور وہی دنیا ہماری ہے جسمیں آپ سب یہ ہمارے لئے پیش کر رہے ہیں۔ پروگرام خدا کے فضل سے سارے اچھے ہیں..... خدا ان سب مخلصین کو جزاء خیر بخشے جو نہایت ولولے و جوش سے پروگراموں کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی میں کوشاں ہیں۔

ان تمام پروگراموں میں بہترین و ناقابل فراموش وہ پروگرام ہوتا ہے جب ہمارے پیارے امام بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں اور اپنی دلنواز مسکراہٹ سے ہم سب کو السلام علیکم کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اور پر کبھی نظموں سے کبھی سوال جواب اور کبھی اور کسی رنگ سے ہم سے خطاب فرماتے ہیں۔ خطاب تو کیا یوں لگتا ہے کہ پھول کی پنکھڑیاں ہیں جو خدا کی محبت و رضا سے ممسوح اور درد انسانیت سے معطر فضا کو خوشگوار سے خوشگوار تر کرتی چلی جا رہی ہیں۔ دل قربان ہو ہو جاتا ہے اور زبان خوشی و حمد کے ترانے الاپتی ہے اور دل اس دعا میں محو ہو جاتا ہے کہ ۔

خیر ہو اے شمع تیری، تیرے پروانوں کی خیر
خیر تیرے جانثاروں، سوختہ جانوں کی خیر
تیرے منصوبوں کی خیر اور تیرے ارمانوں کی خیر
تیری تقریروں کی خیر اور تیرے اعلانوں کی خیر

اللہ تعالیٰ آپ کا دور خلافت طویل سے طویل تر کرے۔ میرے آقا آپ کو خدا صحت دے، تندرستی بخشے اور آپ کی زیر قیادت ہم برکتوں پہ برکتیں حاصل کرتے رہیں۔ آمین۔

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM USMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE
Atlas Travel
061 759 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

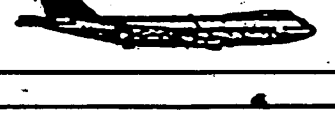

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS